عظمتِ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
حضرت سیدنا صدیقِ اکبر کی عظمت اور افضلیت پر جامع
اور مدلّل کتاب (احادیث کی تخریج کے ساتھ)
مصنف:
محمد عاطف رمضان سیالوی
فرید بک سٹال
۳۸۔ اُردو بازار لاہور

عظمتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت اور افضلیت پر جامع اور مدلل کتاب (احادیث کی تخریج کے ساتھ)

مصنف:
محمد عاطف رمضان سیالوی

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فہرست

اھداء

میں اپنی اس کتاب کو حضور نبی مکرم، رسول محتشم، سید المرسلین رحمتہ اللعالمین، شفیع المذنبین، محبوب رب العالمین ﷺ کی بارگاہ عالی میں بصد محبت و ادب پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ اس امید پر کہ نبی مکرم ﷺ اپنے یار غار اور محبوب صحابی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف کے تصدق میں مجھ سراپا خطا و تقصیر کو اپنی نگاہِ لطف و کرم کے فیض سے مشرف فرما کر نعمتِ شفاعت اور اپنے دیدار کی دولت سے شاد کام فرمائیں۔

محمد عاطف رمضان سیالوی

غفر اللہ المولیٰ الغفور القدیر

عرض مولف

اس دور ابتلاء میں جبکہ امت مسلمہ فکری، اخلاقی اور سیاسی سطح پر تنزل و انحطاط سے دوچار اور داخلی و خارجی فتنوں میں مبتلا ہے۔ ایک فتنۂ عظیم، حضور نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ذوات قدسیہ کو ہدف تنقید و اعتراض بنانا ہے۔ وہ صحابہ کرام جن کے مقدر پر قدسیان فلک کو بھی رشک ہے۔ جن کے ایمان و ایقان، خلوص و ایثار، عدالت و ثقاہت اور تقویٰ و طہارت پر قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص ناطق و شاہد ہیں جو قرآنی مخاطبات کے اولین مستحق ہیں اور جنہوں نے اعلائے کلمتہ اللہ اور ترویج و اشاعت دین کے لیے اپنی جانی و مالی قربانیاں دیں۔ آج برسر عام ان کو اپنی اغراض کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان پر سب و شتم اور تبرا کیا جاتا ہے، ان کی آبروریزی کی جاتی ہے۔ بالخصوص حضور نبی مکرم ﷺ کے محبوب ترین صحابی پروانۂ شمع رسالت، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات کو بھی سب و شتم اور اعتراضات و تنقیدات سے معاف نہیں رکھا جاتا آپ کی طرف بھی ظلم، غصب اور نفاق کی تہمت منسوب کی جاتی ہے، سو ایسی صورت حال میں علمائے اسلام پر اللہ جل مجدہ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کی طرف سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ پوری ذہنی، فکری، اور علمی توجہ سے اس فتنہ سبائیت کا استیصال کریں اور ان محسنانِ اسلام بالخصوص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عزت و ناموس

کا دفاع کر کے دارین کی سرخروئی اور کامیابی حاصل کریں۔ اسی مقصد کے پیش نظر میں یہ چند سطور، امیر المومنین خلیفہ بلا فصل، تاجدارِ صداقت، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف و تحسین اور آپ کی عظمت کے متعلق لوح قرطاس پر نقش کر رہا ہوں۔ اللہ جل مجدہ، میری اس کاوش کو قبول عام عطا فرمائے اور اس تحریر کو میرے لیے دارین میں نافع بنائے۔

آمین یا رب العالمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر عقلی دلیل

الحمد للّٰہ الذی اسعد واشقٰی فخصص بعض عبادہ بالحسنیٰ، والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمدن المصطفٰی سیدالوریٰ و شمس الھدیٰ وعلٰی الہٖ واصحابہٖ المخصوصین بالعلم والتقٰی. اما بعد!

صحابی وہ عظیم المرتبت شخصیت ہے جس کو حضور پر نور، شافع یوم النشور سیدالمرسلین علیہ السلام کے چہرہ والضحیٰ، رُخِ زیبا اور جلوۂ جانفزا کی زیارت نصیب ہو، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربت، معیت، رفاقت اور آپ کے ساتھ شرف ملاقات کی سعادت میسر آئی ہو۔ یہی ایک وجہ صحابی کے لیے وجہِ افضلیت و اکملیت ہے۔ کیونکہ صحابی کی شخصیت اگرچہ ہر پہلو سے تابناک اور کامل ہے۔ وہ خاشع نمازی، قائم اللیل، صائم النہار، عالم بالقرآن والسنۃ اور مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہے لیکن اس کو مرتبۂ صحابیت صرف اعمال صالحہ، تقویٰ و پرہیزگاری، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے ساتھ میسر نہیں آیا۔ اس لیے کہ یہ تمام کام آج تک کیے جاتے ہیں۔ لوگ نماز پڑھتے ہیں تو نمازی بن جاتے ہیں لیکن صحابی نہیں بنتے۔ حج کرتے ہیں تو حاجی بن جاتے ہیں لیکن صحابی نہیں بنتے۔ ذکر کرتے ہیں تو ذاکر بن جاتے ہیں لیکن صحابی نہیں

بنتے۔ معلوم ہوا کہ مرتبہ صحابیت صرف اور صرف دیدارِ مصطفیٰ، محبت مصطفیٰ اور لقائے مصطفیٰ ﷺ سے میسر آتا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک آدمی مسلمان ہوا اور نبی کریم ﷺ کی صحبت سے مشرف ہونے کے کچھ دیر بعد اس کا انتقال ہو گیا اور حدیث کے الفاظ ہیں:

فمات فدخل الجنة وما صلّٰی للّٰہ صلوٰۃ.

(سنن ابو داؤد کتاب الجهاد باب فیمن یسلم رقم الحدیث2537 مطبوعه دارالسلام ریاض)

ترجمہ: ''پس وہ مر گیا تو جنت میں داخل ہو گیا اور ابھی تک اس نے اللہ رب العزت کی رضا کے لیے ایک نماز تک بھی نہیں پڑھی۔''

حدیث میں تصریح ہے کہ اس صحابی نے ایک نماز تک نہیں پڑھی، اسے وضو، غسل، طہارت اور احکام شرعیہ کا بھی علم نہیں، لیکن اہل سنت کے اتفاق و اجماع سے اس صحابی کا مقام اور مرتبہ اتنا بلند ہے کہ قیامت تک عابدین، زاہدین، مجتہدین، غوث، قطب، ابدال، اولیاء، نجباء اور نقباء مل کر بھی ان کے مقام کی برابری نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عن ابی هریره رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم "لا تسبوا اصحابی' لا تسبوا اصحابی' فوالذی نفسی بیده لو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ما ادرک مُدًّا احدهم ولا نصیفه.

(صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة، باب تحریم سب الصحابة، رقم الحدیث: 6488 دارالکتاب العربی بیروت......صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبی ﷺ: لو کنت متخذا خلیلاً، رقم الحدیث: 3673 دارالکتاب العربی بیروت، سنن ابو داؤد کتاب السنة، باب فی النهی عن سب اصحاب رسول اللّٰه ﷺ، رقم الحدیث:4658، دارالسلام ریاض، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل من بایع تحت الشجرة، رقم

الحديث: 3861، دار المعرفة بيروت، سنن ابی ماجه فی المقدمة، باب فی فضائل اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ، رقم الحديث: 161، دار السلام رياض، سنن الكبریٰ للنسائی، رقم الحديث: 8308، صحيح ابن حبان، رقم الحديث: 7253)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے صحابہ کو برا مت کہو، میرے صحابہ کو برا مت کہو، پس قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو پھر بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

غور فرمائیں کہ کہاں احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنا اور کہاں ایک سیر یا آدھا سیر جو خرچ کرنا۔ حضور اقدس ﷺ نے واشگاف الفاظ میں صحابی کے اس قلیل عمل میں بھی مثلیت اور برابری کی نفی فرما دی۔ سو جب صحابی کے ایک عمل کی برابری امت نہیں کر سکتی تو اس کی ذات کی برابری کس طرح متوہم ہو سکتی ہے۔ یہی بات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

''كان بن عمر رضی اللّٰہ عنه يقول لا تسبوا اصحاب محمد صلى اللّٰه عليه وسلم فلمقام احدهم ساعة خير من عمل احدهم عمره.''

(سنن ابی ماجه: باب فضل اهل بيت، رقم الحديث: 162 دار السلام رياض، مصنف ابن ابی شيبه: ج6 ص405، رقم الحديث: 32415)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ کو برا مت کہو کیونکہ ان کے عمل کا ایک لحہ تمہاری زندگی کے تمام اعمال سے بہتر ہے۔''

معلوم ہوا کہ جمیع امت اپنی جملہ طاعات و عبادات، علم و معرفت اور زہد و تقویٰ کے ساتھ صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ اور منزلت و وجاہت کی برابری نہیں کر سکتی اور اس افضلیت، اکرام و اعزاز اور توقیر و تکریم کی وجہ اور سبب صرف اور صرف محبت مصطفیٰ اور دیدار مصطفیٰ ﷺ ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام کے دوزخ سے نجات کی علت ہی اپنے دیدار کو قرار دیا۔

عن جابر رضی اللّٰہ عنہ عن النبی ﷺ قال: ''لا تمس النار مسلماً رآنی اورآی من رانی.''

(جامع ترمذی: کتاب المناقب عن رسول اللّٰہ ﷺ، باب ما جاء فی فضل من رای النبی ﷺ، رقم الحدیث:3858 دار المعرفۃ بیروت)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس مسلمان کو جہنم کی آگ ہرگز نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے (یعنی میرے صحابی)...... کو دیکھا۔''

اس تمہید کو ذہن نشین کرنے کے بعد یہ سمجھ لیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درجات اور مراتب یکساں نہیں ان کے درجات میں بھی تفاوت اور فرق ہے، اس لیے کہ جس صحابی کو ایک لمحہ حضور اقدس ﷺ کی صحبت میسر رہی اس کا مقام بھلا اس صحابی کے برابر کس طرح ہو سکتا ہے کہ جس کو تمام عمر رخ تاباں کی ضیاپاشیاں اور چہرہ انور کی رعنائی و زیبائی کا مشاہدہ کرنا نصیب ہوا۔ سو جس کی صحبت، معیت اور رفاقت جتنی بڑھتی چلی گئی اور اس کا مقام و مرتبہ اسی قدر فزوں تر ہوتا گیا اور آپ جمیع صحابہ کے احوال زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ بعض صحابہ کو حضور اقدس ﷺ کی مکی زندگی میں تو صحبت میسر رہی، لیکن مدنی زندگی میں صحبت میسر نہ آئی۔ جیسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ بعض کو مدنی دور کی

رفاقت نصیب ہوئی تو مکی دور میں شرف صحبت میسر نہ آیا۔ جس طرح وہ کثیر التعداد صحابہ جو مدنی دور میں بالخصوص فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ابوہریرہ، حضرت خالد بن ولید، حضرت عکرمہ، حضرت کعب بن زہیرؓ حضرت عدی بن حاتم اور حضرت امیر معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ یہ سب حضور اقدس ﷺ کی مدنی زندگی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسی طرح بعض وہ ہیں جن کو حضور اقدس ﷺ کی بعد از بعثت صحبت و معیت نصیب ہوئی لیکن قبل از بعثت رفاقت نصیب نہ ہوئی، مثلاً حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ آپ اعلان نبوت کے چھٹے سال میں مسلمان ہوئے۔ پھر بعض وہ ہیں جن کو حضور اقدس ﷺ کی حیات ظاہری میں معیت و قربت نصیب ہوئی لیکن آج قبر انور میں ظاہراً قربت نہیں، مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہ آپ کی قبر مبارک جنت البقیع میں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک نجف اشرف میں ہے، سو تمام صحابہ کی رفاقت اور معیت کی ایک حد اور دائرہ کار ہے۔ لیکن حضور اقدس ﷺ کے ایک صحابی یعنی تاجدارِ صداقت، پیکرِ صدق و وفا، مجسمۂ خلوص و ایثار، امیر المومنین، خلیفۂ بلافصل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات ایسی ہے کہ آپ عالم ارواح سے لے کر عالم آخرت تک تقریباً ہر مرحلے میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عالم ارواح، قبل از بعثت، سفر شام، بعد از بعثت، مکی زندگی، مدنی زندگی، سفرِ ہجرت، غارِ ثور، غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ حنین، غزوۂ تبوک، صلح حدیبیہ، فتح مکہ، حجۃ الوداع، قبر انور، عالم برزخ، وقت حشر، حوض کوثر، بلکہ جنت کی دائمی اور ابدی زندگی میں حضور اقدس ﷺ کی رفاقت میسر ہے۔ سو اگر کسی انسان کو فقط ایک لمحہ کے لیے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میسر آ جائے تو اس کا مقام نہ صرف اس امت کے جمیع اولیاء سے بلند و برتر ہو جاتا ہے بلکہ تمام امم ماضیہ پر اسے افضلیت نصیب ہو جاتی ہے، اور جب ایک لمحہ کی صحبت کا

یہ فیض اور یہ اثر ہے تو سوچیے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کے ساتھ کس کی برابری ہو سکتی ہے کہ جن کو عالم ارواح سے عالم آخرت تک تقریباً ہر مرحلہ میں رفاقت مصطفیٰ کریم ﷺ کا شرف حاصل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام برملا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اعلان فرماتے اور کوئی اس پر نکیر و اعتراض کرنے والا نہ ہوتا۔

1- "قال سالم بن عبداللّٰه، ان ابن عمر قال: کنا نقول و رسول اللّٰه ﷺ حی "افضل امة النبی ﷺ بعده ابوبکر، ثم عمر، ثم عثمان رضوان اللّٰه تعالی علیهم اجمعین."

(سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی التفضیل، رقم الحدیث: 4282، دار السلام ریاض...... صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ، رقم الحدیث:3655-3698، دار الکتاب العربی، بیروت)

ترجمہ: حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "ہم حضور اقدس ﷺ کی (ظاہری) حیات طیبہ میں کہا کرتے تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر (ان کے بعد) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔"

2- عن محمد بن الحنفیة قال: قلت لابی: ای الناس خیر بعد رسول اللّٰه ﷺ قال: ابوبکر، قلت: ثم من؟ قال: ثم عمر رضوان اللّٰه تعالی علیهم اجمعین.

(صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم الحدیث: 3671، دار الکتاب العربی

بیروت.....سنن ابی داؤد : کتاب السنة، باب فی التفضیل، رقم الحدیث: 4624، صفة الصفوة جلد1 صفحہ:250، المعجم الاوسط، رقم الحدیث:810)

ترجمہ: ''حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم) سے دریافت کیا: حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد سب سے بہتر کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ پھر میں نے پوچھا: ان کے بعد؟ انہوں نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔''

3- عن عبدالله بن سلمة قال: سمعت عليا يقول: خير الناس بعد رسول الله ﷺ ابوبكر و خير الناس بعد ابی بكر، عمر.

(سنن ابی ماجه : مقدمة، رقم الحديث: 106، دارالسلام رياض.....فضائل الصحابة : رقم الحديث: 536.....حلية الاولياء: جلد 1، صفحه: 199-200.....تاريخ بغداد: رقم الحديث:3686.....تهذيب الكمال: جلد 21 صفحه: 325.....الاستيعاب: جلد 3 صفحه: 1149)

ترجمہ: ''عبداللہ بن سلمۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: آپ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر یہ کوئی وجدانی، ذوقی اور جذباتی دعویٰ نہیں بلکہ ہر دعویٰ پر دلائل کے انبار ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

عالم ارواح میں سیدنا صدیق اکبر کی معیت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

عن عائشة رضی الله عنها قالت، سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول: الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف، وما تناکر منها اختلف.

(صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء، باب الارواح جنود مجندة، رقم الحدیث:3336 دارالکتاب العربی بیروت......صحیح مسلم: کتاب البر والصلة، باب الارواح جنود مجندة، رقم الحدیث:6709......مسند احمد:8155)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی مکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''روحیں فوج کی طرف جمع ہیں، جن میں وہاں آشنائی ہوگئی ان کے درمیان یہاں (دنیا میں) بھی الفت ہوئی اور جو وہاں ایک دوسری سے ناآشنا رہیں وہ یہاں بھی بیگانہ رہیں گی۔''

وجہ استدلال

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ دنیا میں تعلق، دوستی اور الفت انہیں دو کے درمیان پیدا ہوتی ہے جن کی روحیں عالم ارواح میں ایک دوسرے کے ساتھ متعارف ہوئیں اور اگر وہاں تعارف نہیں تھا تو یہاں بھی کوئی تعلق نہیں بنتا اور

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضور سید عالم ﷺ کے مابین دنیا کی زندگی میں محبت، دوستی اور تعلق کسی پر نہاں اور پوشیدہ نہیں اور حدیث کی روشنی میں پہلے یہ تعلق عالم ارواح میں استوار ہوا تھا جس سے معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روح مبارک، عالم ارواح ہی میں روح مصطفیٰ کریم ﷺ کی عاشق' گرویدہ اور اکتساب فیض کرنی والی تھی، اور آپ کو عالم ارواح ہی میں روح مصطفیٰ کریم ﷺ کی قربت و معیت نصیب تھی جس پر یہ واقعہ بڑی واضح روشنی ڈالتا ہے۔ اختصار کے پیش نظر صرف ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: جس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان کی نبوت مکہ میں مشہور ہوئی تو میں جانب شام نکل گیا اور جب بصرہ میں پہنچا تو وہاں نصاریٰ کی ایک جماعت آئی اور مجھ سے پوچھنے لگی کیا تم حرم مکہ سے آئے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! وہ کہنے لگے: کیا تم اس شخص کی صورت کو پہچانتے ہو جس نے تم میں سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں میں پہچانتا ہوں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک ایسے عبادت خانے میں لے گئے جس میں بے شمار تصویریں اور تمثیلیں آویزاں تھیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا: انہیں بغور دیکھو کیا ان میں اس کی شبیہ ہے جس نے تم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ تو میں نے ایک ایک کر کے بغور نظر ڈالی لیکن ان تصاویر میں مجھے آپ کی شبیہ نظر نہ آئی پھر مجھے وہ اس سے بڑے عبادت خانہ میں لے گئے وہاں پہلے سے کہیں زیادہ تصاویر و تماثیل آویزاں تھیں۔ انہوں نے کہا: دیکھو کیا تمہیں ان میں ان کی مبارک صورت نظر آتی ہے؟ میں دیکھنے لگا۔ اچانک حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صورت وصفت نظر آئی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضور اقدس کا زانوئے مبارک پکڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: کیا تمہیں ان کی شبیہ نظر آئی ہے؟ میں نے کہا: ہاں! پھر میں نے دل میں کہا: مجھے ابھی ان کی نشاندہی نہیں کرنی چاہئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ کیا کہتے

ہیں۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کی۔ میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی ہیں۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا: تم جانتے ہو وہ کون ہیں جو آپ کا زانوئے مبارک پکڑے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! میں گواہی دیتا ہوں وہ ان کے صحابی خاص اور ان کے بعد ان کے خلیفہ ہیں اور میں نے کہا: لیکن میں ڈرتا ہوں کہ قریش کہیں انہیں قتل نہ کر دیں۔ انہوں نے کہا: خدا (عزوجل) کی قسم! وہ ان کو ہرگز قتل نہیں کر سکتے۔ وہ نبی آخرالزماں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سب پر غالب فرمائے گا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(مدارج النبوۃ: جلد اول صفحہ:159، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

قارئین پر یہ واضح رہے کہ یہ تصاویر جو اس وقت علمائے یہود کے پاس تھیں اللہ رب العزت نے ان تصاویر کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمائش پر آپ پر نازل کیا اور یہ آپ کی ذرّیت میں ہونے والے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر تھیں۔ ان تصاویر میں جو خاص بات توجہ طلب ہے وہ یہ کہ باقی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر میں کوئی ان کا ساتھی، حواری، یا صحابی نہ تھا اور نہ ہی حضور اقدس ﷺ کی تصویر مبارک میں آپ کے جمیع صحابہ کرام میں سے کسی کی تصویر تھی ماسوائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے۔ کہ اللہ رب العزت نے پسند نہ فرمایا کہ یہاں بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے حبیب مکرم ﷺ سے جدا فرمائے جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ جیسی نیازمندی اور جیسا ربط و تعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ہے۔ ایسا تعلق نہ امم ماضیہ میں کسی نبی کے صحابی کا اپنے نبی کے ساتھ تھا اور نہ ہی اس امت میں کسی ایک صحابی کا حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ہے تو بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ کی معیت و رفاقت میں فنائیت تامہ نصیب تھی۔

پروانے کو شمع اور بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

قبل از بعثت معیت پر ایک دلیل

پھر جب حضور اقدس ﷺ کی ولادت ہوئی تو تقریباً دو ہی سال کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تولد ہوا۔ عالم ارواح میں تعلق تو پہلے ہی سے استوار تھا یہاں دنیا میں اس تعلق کا ظہور بہت جلد وقوع پذیر ہوا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بہت چھوٹی عمر میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ محبت اور دوستی کی سعادت نصیب ہوئی۔ چونکہ شہر بھی ایک تھا اور محلہ بھی۔ لہٰذا عالم ارواح کے اس تعارف نے یہاں بہت جلد الفت کی صورت اختیار کر لی۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ نے ایک قول کے مطابق 12 سال دوسرے کے مطابق 17 سال کی عمر میں شام کی طرف سفر کیا جس سفر میں آپ کے چچا ابو طالب بھی آپ کے ساتھ تھے اور بحیریٰ راہب سے ملاقات بھی ہوئی۔ اس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی شریک سفر تھے۔

(جامع ترمذی: کتاب المناقب، باب ما جاء فی بدء نبوۃ النبی ﷺ، رقم الحدیث: 3620 دارالمعرفۃ بیروت)

ایک اور دوسرے سفر میں بھی آپ حضور اقدس ﷺ کے ہمرکاب تھے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں تجارت کی غرض سے ان کے غلام میسرہ کی معیت میں کیا گیا تھا۔ اس سفر میں بھی ایک راہب سے بصرا کے مقام پر ملاقات ہوئی تھی لیکن وہ راہب بحیریٰ نہیں تھا بلکہ اس کا نام ''نسطورا'' تھا۔

(خاتم النبین، امام محمد ابوزھرہ، جلد اول، صفحہ:159)

ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی کریم آقا ﷺ کی عادات و اطوار، بے مثل حسن و جمال اور پاکیزہ سیرت و کردار کی وجہ سے آپ کے گرویدہ، عاشق اور زلفوں کے اسیر بن چکے تھے۔

اسلام لانے میں اوّلیت

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نے اعلان نبوت کیا اور بے جان پتھروں کی عبادت کو باطل قرار دے کر ایک رب واحد کی عبادت اور بندگی کی دعوت دی تو نہ صرف تمام اہل مکہ بلکہ تمام عرب جو کل تک آپ کو صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے، آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے، وہ آپ کے جانی دشمن بن گئے۔ آپ کی توہین و تنقیص اور سب و شتم پر اتر آئے۔ ان سخت اور کڑے حالات میں جس ذات نے سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالا اور بلا چون و چرا اور بغیر طلب معجزہ کے آپ پر ایمان لائے وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے، اور یہ آپ کی عظمت کی کتنی بڑی بین دلیل ہے کیونکہ اس وقت حضور اقدس ﷺ پر ایمان لانا یقیناً اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کی بات تھی۔ خویش و اقربا مخالف، اہل محلہ مخالف، دوست واحباب مخالف، تمام اہل مکہ بلکہ تمام اہل عرب نہ صرف مخالف بلکہ خون کے پیاسے بن گئے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شراب حسن مصطفوی ﷺ میں کچھ ایسے خودرفتہ ہو چکے تھے کہ آپ نے تمام اہل عرب کی مخالفت تو مول لے لی، لیکن دامن حبیب ﷺ کو نہ چھوڑا۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے کئی مرتبہ مجلس صحابہ میں اپنے یار غار کی اس جانثاری اور وفاداری کا ذکر فرمایا۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ نبی کریم ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کتنی محبت فرماتے ہیں۔

"عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال: کنت جالسا عند النبی ﷺ اذ اقبل ابوبکر اخذا بطرف ثوبہ، حتیٰ ابدی عن رکبتیہ، فقال النبی ﷺ، اما صاحبکم فقد

غامر فسلم وقال: انی کان بینی و بین ابن الخطاب شیء، فاسرعت الیہ ثم ندمت، فسالته ان یغفرلی فابٰی علی فاقبلت الیک فقال یغفر اللّٰہ لک یا ابابکر "ثلاثا ثم ان عمر ندم فاتی منزل ابی بکر، فسال: اثم ابوبکر؟ فقالو ا لا، فاتی الی النبی ﷺ فجعل وجه النبی ﷺ یتمعر، حتٰی اشفق ابوبکر، فجثا علٰی رکبته فقال: یا رسول اللّٰہ ﷺ واللّٰہ انا کنت اظلم مرتین. فقال النبی ﷺ ان اللّٰہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت، وقال ابوبکر صدق وواسانی بنفسہ و مالہ، فھل انتم تارکو الی صاحبی "مرتین فما اوذی بعدھا."

(صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلاً، رقم الحدیث: 3661، دارالکتاب العربی بیروت......السنن الکبریٰ للبیہقی: جلد 10 صفحہ: 232......طبرانی، رقم الحدیث: 1199، حلیۃ الاولیاء: جلد ▪ صفحہ: 304......صفوۃ الصفوۃ جلد1 صفحہ:243......فضائل الصحابۃ، رقم الحدیث:297)

ترجمہ: "حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اپنی چادر کا کنارہ پکڑے حاضر خدمت ہوئے یہاں تک کہ ان کا گھٹنا ننگا ہو گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے یہ صاحب لڑ جھگڑ کر آ رہے ہیں"۔ انہوں نے سلام عرض کیا اور بتایا کہ میرے اور عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے درمیان کچھ تکرار ہوئی تو جلدی میں میرے منہ سے ایک بات نکل گئی جس پر مجھے بعد میں ندامت ہوئی اور میں نے ان

سے معافی مانگی لیکن انہوں نے مجھے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اللہ عزوجل تمہیں معاف فرمائے۔'' یہ تین مرتبہ فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نادم ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور ان کے بارے میں پوچھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ گھر والوں نے کہا نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ بھی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا اس وقت حضور انور ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! اللہ عزوجل کی قسم! میں ہی زیادتی کرنے والا تھا، دو مرتبہ عرض کیا۔ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم سب لوگوں نے میری تکذیب کی لیکن ابوبکر نے میری تصدیق کی اور پھر اپنی جان اور اپنے مال سے میری خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، پھر دو مرتبہ ارشاد فرمایا: ''کیا تم میرے ایسے ساتھی سے میرے لیے درگزر کرو گے؟'' اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کبھی اذیت نہیں دی گئی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے اس قدر غضب ناک ہوئے کہ آپ کے چہرہ مبارک کی رنگت متغیر ہو گئی۔ مقصود یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق اسلام میں اس قدر عظیم ہے اور آپ کی اسلام کی خاطر اس قدر قربانیاں ہیں کہ اگر آپ سے کوئی غلطی بتقاضائے بشریت

سرزد ہو بھی جائے تو اس کو معاف کر دینا لازم ہے، اور اگر وہ معاف نہیں کرے گا تو اللہ جل مجدہ یقیناً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دے گا اور یہ رویہ تاجدار کائنات علیہ السلام کا حضرت صدیق اکبر کے لیۓ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ حالانکہ بظاہر غلطی حضرت صدیق کی تھی اور انہیں اس کا اقرار و اعتراف بھی تھا اور وہ اس پر نادم و پشیمان ہو کر معافی بھی مانگ رہے تھے لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معاف نہ کیا تو نبی کریم علیہ السلام نے ان الفاظ کے ساتھ اپنے محبوب صحابی کے حق عظمت کو بیان فرمایا۔ یہاں سے وہ لوگ درس عبرت حاصل کریں جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر برملا تہمت ظلم و نفاق لگاتے ہیں اور آپ پر کھلے بندوں سب و شتم کرتے ہیں کہ ان پر اللہ جل مجدہٗ اور اس کے حبیب مکرم علیہ السلام کا کس قدر غضب ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ نیز اس حدیث میں واضح طور پر نبی مکرم علیہ السلام نے اسلام میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اوّلیت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا:

"ان اللّٰہ بعثنی علیکم فقلتم کذبت' و قال ابوبکر صدقت."

ترجمہ: "بے شک جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم نے میری تکذیب کی، اور ابوبکر نے میری تصدیق کی۔"

چند مزید روایات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولیت پر ملاحظہ فرمائیں:

1- عن عمر بن الخطاب قال: کان ابوبکر أحبنا اِلی رسول اللّٰہ علیہ السلام وکان خیرنا و سیدنا ذکر البیان بان ابابکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ اول من اسلم من الرجال.

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 6862......مسند البزار: رقم الحدیث: 251......موارد الظمان للهیثمی: رقم الحدیث:2199)

ترجمہ: ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے اور ہم سے بہتر اور ہمارے سردار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ فرمایا مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔''

2- عن ابن عمر رضی اللہ عنه قال: اول من اسلم ابو بكر.

(المعجم الاوسط: رقم الحديث: 8365......مجمع الزوائد: جلد9 صفحه: 43)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

3- قال ابو حاتم فكان اول من امن برسول الله ﷺ زوجته خديجة بنت خويلد ثم امن علي بن ابي طالب و صدقه بما جآء به وهو ابن عشر سنين ثم اسلم ابوبكر الصديق فكان علي بن ابي طالب يخفي اسلامه من ابي طالب و ابوبكر لما اسلم اظهر اسلامه فلذلك اشتبه على الناس اول من اسليم منهما.

(الثقات لابن الحبان: جلد1 صفحه: 52)

ترجمہ: ''ابو حاتم نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی آپ ﷺ کی زوجہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں، اس کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور جو کچھ حضور اقدس ﷺ لے کر آئے اس کی تصدیق کی اور اس وقت وہ دس سال کے بچے تھے پھر حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے' اور حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے اپنا اسلام چھپاتے تھے' اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو اس کا اعلان بھی کر دیا پس اسی لیے لوگوں پر مشتبہ ہو گیا کہ ان دونوں میں سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا......؟''

اس قول کے مطابق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے میں اوّلیت، اوّلیت اضافی ہے کہ آپ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ لیکن امام اجل جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:

واللّٰہ لقد اٰمن ابوبکر بالنبی ﷺ زمن بحیرىٰ الراھب. (تاریخ الخلفاء صفحہ:149)

ترجمہ: ''قسم ہے اللہ جل مجدہ کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیرىٰ راہب ہی کے زمانہ میں نبی مکرم ﷺ پر ایمان لا چکے تھے۔''

(جامع ترمذی: کتاب المناقب، باب ما جآء فی بدء نبوة النبی ﷺ، رقم الحدیث: 3620' دارالمعرفة بیروت)

یعنی جب بحیرىٰ نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہا:

''ھذا سید العالمین ھذا رسول رب العالمین''۔

ترجمہ: ''یہ تمام جہانوں کے سردار اور رب العالمین کے رسول ہیں۔''

تو اسی دن سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ کی نبوت و رسالت کی تصدیق حاصل ہو گئی لیکن اس تصدیق و ایمان قلبی کا اظہار بعد از بعثت کیا۔ اس قول کے مطابق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اسلام میں سبقت اور ایمان میں اوّلیت، اوّلیت اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکی زندگی میں حضور اقدس ﷺ کے معاون خاص

مکی دور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نہ صرف یہ کہ حضور اقدس ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لائے بلکہ تبلیغ و اشاعت دین، اقامت دین اور نفاذ توحید کے لیے حضور اقدس ﷺ کے معاون خاص اور رفیق بنے۔ چنانچہ سرزمین مکہ پر حضور اقدس ﷺ کی تبعیت میں سب سے پہلے جس نے کلمہ حق بلند کیا اور جن کی تبلیغ اور جدوجہد سے بیسیوں افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہونے والے چند افراد کے نام یہ ہیں:

"امیر المومنین حضرت عثمان غنی، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو عبیدہ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ (یہ سب عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں)، حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد، ارقم بن ابی الارقم اور حضرت عثمان بن مظعون رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔"

ذیل میں ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دین متین کے لیے مساعی جمیلہ اور نبی مکرم ﷺ سے عشق و محبت کا آئینہ دار ہے جسے کبھی تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جوانمردی

جب مسلمانوں کی تعداد اڑتیں ہو گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کی: یا رسول اللہ! اب ہمیں کھل کر میدان میں نکل آنا چاہیے اور تبلیغ اسلام کا فریضہ پوری قوت سے انجام دینا چاہیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! ابھی ہماری تعداد بہت کم ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اصرار جاری رہا۔ یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ دار ارقم کے حجرہ سے نکل کر حرم شریف کے صحن میں اپنے غلاموں کی معیت میں تشریف لے آئے اور تمام مسلمان مسجد کے کونوں میں بکھر گئے اور اپنے اپنے قبیلہ میں جا کر نشستیں سنبھال لیں جب سب لوگ بیٹھ گئے تو سرکار دو عالم ﷺ بھی تشریف لے آئے دنیائے اسلام کا سب سے پہلا خطیب صدیق اکبر لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دینے کے لیے کھڑا ہوا۔ حضرت صدیق اکبر کے اس خطبہ کو سن کر کافر آگ بگولہ ہو گئے اور مشتعل ہو کر حضرت ابوبکر صدیق اور باقی مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اور ان کو خوب مارا اور پیٹا۔ حضرت ابوبکر پر تو ان کا غصہ بڑا شدید تھا چنانچہ آپ کو دھکا دے کر زمین پر گرایا اور اوپر چڑھ گئے پاؤں سے لتاڑتے اور ڈنڈوں سے زدوکوب کرتے رہے۔ اتنے میں بدبخت عتبہ بن ربیعہ آ گیا اس نے اپنے بھاری بھرکم جوتے اتارے اور ان سے آپ کے چہرے پر پے در پے ضربیں لگانے لگا اور آپ کے پیٹ پر چڑھ کر کودنے لگا آپ کا چہرہ سوج کر پھول گیا یہاں تک کہ ناک اس سوجن میں نظر ہی نہیں آتی تھی۔

آپ کے قبیلہ بنی تیم کو معلوم ہوا تو انہوں نے مشرکین کو دھکے دے کر حضرت ابوبکر سے دور ہٹایا اور آپ کو لے کر کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے گھر لے آئے آپ کی موت میں کسی کو شک نہ تھا پھر بنو تیم مسجد حرام میں واپس آئے اور اعلان کر دیا کہ اگر ابوبکر مر گئے تو ہم عتبہ کو ضرور تہ تیغ کر دیں گے۔ یہ اعلان کرنے کے بعد پھر وہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے جہاں وہ مدہوش پڑے تھے۔ آپ کے والد ابو قحافہ اور آپ کے قبیلہ والے آپ کو بلاتے تھے لیکن آپ کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ سارا دن غشی طاری رہی جب سورج غروب ہونے لگا تو آپ کو کچھ ہوش آیا اور جو پہلا جملہ کہ آپ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا کہ "ما فعل رسول اللہ

ﷺ" مجھے بتاؤ میرے آقا میرے ہادی کا کیا حال ہے؟

یہ سن کر ان لوگوں نے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور ملامت کرنے لگے پھر وہ لوگ وہاں سے واپس جانے کے لیے اٹھے اور آپ کی والدہ ام الخیر کو کہا کہ خیال رکھنا انہیں ضرور کھلانا پلانا۔ جب آپ کے پاس آپ کی والدہ اکیلی رہ گئیں اور اصرار کرنا شروع کیا کہ آپ کچھ بولیں، آپ نے پھر وہی جملہ دہرایا: "ما فعل رسول الله ﷺ" کہ اللہ کے پیارے رسول کا کیا حال ہے؟ والدہ نے کہا: بخدا! مجھے تیرے صاحب کے بارے میں کوئی خبر نہیں کہ ان کا کیا حال ہے۔ آپ نے کہا: اماں! ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاؤ اور حضور کے بارے میں اس سے دریافت کرو۔

آپ کی والدہ وہاں سے نکل کر ام جمیل کے پاس آئیں۔ اس سے کہا کہ ابوبکر تجھ سے محمد بن عبداللہ کے بارے میں پوچھتا ہے۔ اس نے جواب دیا: نہ میں ابوبکر کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبداللہ کو۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلی جاتی ہوں۔ ام الخیر نے کہا: بہت بہتر' چنانچہ ام جمیل ان کے ساتھ ان کے گھر آئیں دیکھا کہ حضرت ابوبکر مدہوش پڑے ہیں اور نزع کی حالت ہے۔ ام جمیل آپ کے پاس گئیں اور رونا چیخنا شروع کر دیا اور کہا: بخدا! جس کسی نے تمہارے ساتھ یہ بہیمانہ سلوک کیا ہے بے شک وہ فاسق و فاجر اور کافر ہے، اور اللہ تعالیٰ ضرور ان سے انتقام لے گا۔ لیکن صدیق اکبر نے ان سے بھی وہی سوال کیا: "ما فعل رسول الله ﷺ" کہ میرے آقا کا کیا حال ہے؟ ام جمیل نے کہا کہ یہ آپ کی ماں سن رہی ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ مطمئن ہونے کے بعد ام جمیل نے کہا کہ حضور صحیح و سلامت ہیں۔ آپ نے پوچھا: حضور کہاں ہیں۔ اس خاتون نے بتایا کہ حضور دار ابن ارقم میں ہیں۔ اپنے آقا کی خیریت کی خبر سن کر آپ کے (ہوش ٹھکانے لگے)۔ کہا: بخدا! میں اس وقت

تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک اللہ جل مجدہ کے پیارے رسول ﷺ کی بارگاہ ناز میں حاضری کا شرف حاصل نہ کروں۔ گویا آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حضور اقدس ﷺ کی خیریت کے بارے میں اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان دونوں خواتین نے کچھ دیر انتظار کیا یہاں تک کہ لوگوں کی آمدورفت ختم ہو گئی۔ سناٹا چھا گیا۔ وہ آپ کو لے کر گھر سے نکلیں۔ حضرت صدیق ان پر ٹیک لگائے ہوئے حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے۔

(فاكب عليه رسول الله ﷺ فقبله واكب عليه المسلمون ورق له رسول الله ﷺ رقة شديدة.)

ترجمہ: ''حضور ﷺ حضرت ابوبکر پر جھک گئے اور ان کو بوسہ دینے لگے اور مسلمان بھی ان پر جھک گئے اور آپ کی حالت زار دیکھ کر نبی کریم ﷺ کے دل رحیم پر بڑی رقت اور گداز طاری ہوا۔''

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان جائیں مجھے کوئی تکلیف نہیں سوائے ان جوتیوں کی ضربوں کے جو عتبہ نے میرے چہرے پر ماری ہیں اور یہ میری ماں حاضر ہیں، حضور سراپا برکت ہیں۔ انہیں اللہ کی طرف بلائیے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں مجھے امید ہے حضور کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں آگ سے نجات دے گا۔'' حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کی ہدایت کے لیے التجا کی پھر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی چنانچہ وہ مشرف باسلام ہو گئیں۔

(السيرة النبويه لابن كثير: جلد اول صفحه: 441-439......السيرة النبوة لزيني دحلان: جلد اول صفحه: 211-210...... السيرة الحلبيه: جلد 1 صفحه: 476......الرياض النضرة: جلد 1 صفحه: 398......الاصابه: جلد 8 صفحه: 125......تاريخ الخميس: جلد 1 صفحه: 249)

سفرِ ہجرت میں معیت و رفاقت

مکی دور میں اعلان نبوت کے بعد حضور نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرام کو جن مشکل، کٹھن اور پرخطر حالات کا سامنا کرنا پڑا تاریخ انہیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ نبی مکرم ﷺ کو مختلف طریقوں سے اذیت اور تکلیف پہنچائی گئی۔ آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپ پر کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پھینکے گئے، طائف کے میدان میں آپ پر پتھر برسائے گئے یہاں تک کہ آپ کا بدن مبارک لہولہان ہو گیا۔ کبھی حالت نماز میں آپ پر گندگی کے ڈھیر پھینک دیئے جاتے اور کبھی آپ کے در پاک کی چوکھٹ پر غلاظتوں کے ڈھیر پھینک دیئے جاتے حج کا موسم آتا اور نبی مکرم ﷺ لوگوں کو رب واحد کی بندگی اور عبادت کی دعوت دینے کے لیے بنفس نفیس حجاج کے خیموں میں جا کر جب یہ صدا بلند فرماتے: "قولو لا الہ الا اللہ تفلحوا" تو ابوجہل اور ابولہب حضور اقدس ﷺ کو مجنون کہتے آپ پر برملا سب وشتم کیا جاتا، کردار کشی کی جاتی' بھری مجالس میں آپ کی توہین و تنقیص کی جاتی۔ کبھی آپ کو شاعر کہا جاتا تو کبھی ساحر اور ادھر آپ کے جانثار صحابہ کرام کو بھی ہر ممکن طریقہ سے اذیت پہنچائی جاتی۔ ابھی آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کفار و مشرکین کا دل سوز رویہ پڑھا۔ حالانکہ آپ اس معاشرہ میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور بڑے ذی وجاہت تھے۔ سو جب آپ کے ساتھ ان کا رویہ یہاں تک پہنچا تو عام غریب مسلمانوں اور بالخصوص غلاموں کے ساتھ تو ان کا رویہ یقیناً اس سے بھی زیادہ ابتر تھا۔ جن میں حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ جن کا مالک

امیہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر آوارہ لڑکوں کے ہاتھوں میں پکڑا دیتا، وہ ان کا تمسخر اڑاتے، مذاق کرتے، مکہ کی گھاٹیوں میں لے کر انہیں گھومتے اور گلیوں میں گھسیٹتے۔ کبھی آپ کو بھوکا، پیاسا رکھ کر دوپہر کے وقت جب دھوپ خوب چمک رہی ہوتی اور ریتلی زمین تانبے کی طرح تپ رہی ہوتی وہ آپ کو اس پر لٹا دیتا پھر بھاری بھرکم پتھر آپ کی چھاتی پر رکھ دیتا۔ ادھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ کا چچا آپ کو چمڑے میں لپیٹ کر اور رسی سے باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا کرتا تھا، اسی طرح حضرت خباب بن الارت، حضرت عمار بن یاسر اور عامر بن فہیرہ وغیرہم کی درد انگیز داستانیں کتب سیرت و تواریخ میں موجود ہیں۔ اللہ رب العزت کی طرف سے برابر صبر و استقامت، ثابت قدمی اور عفوودرگزر کا حکم صادر ہوتا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1۔ ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَامُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾

(الاعراف: 199)

ترجمہ: ”(اے حبیب مکرم ﷺ) معافی کو اختیار کریں اور نیکی کا حکم دیں، اور جاہلوں سے اعراض کریں۔“

2۔ ﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾

(لقمان: 17)

ترجمہ: ”(اے حبیب) آپ کو جو تکلیف پہنچی اس پر صبر کریں بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔“

3۔ ﴿وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ﴾

(یونس: 109)

ترجمہ: ”(اے حبیب مکرم ﷺ) جو آپ کی طرف وحی کی جائے آپ اس کی پیروی کریں اور صبر کریں یہاں تک کہ اللہ حکم فرمائے۔“

4- ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾

(الاحقاف:35)

ترجمہ: ”تم صبر کرو جیسے عزیمت والے رسولوں نے صبر کیا۔“

5- ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾

(الطور:48)

ترجمہ: ”اے حبیب! اپنے رب کے حکم کی وجہ سے صبر کریں کیونکہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں۔“

6- ﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾

(المزمل:10)

ترجمہ: ”وہ جو کہتے ہیں آپ اس پر صبر کریں اور ان کو اچھے طریقے سے چھوڑ دیں۔“

یہاں تک کہ جب کفار و مشرکین کی زیادتیاں نقطہ عروج پر پہنچ گئیں اور وہ نبی مکرم ﷺ اور مسلمانوں کو قتل کرنے پر اکٹھے ہو گئے اور حضور اقدس ﷺ کو شہید کرنے کے لیے سب نے ایکا کر لیا، تو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے جانثاروں کو ہجرت اور نقل مکانی کی اجازت عطا فرما دی اور یہ بھی صحابہ کرام کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ کیونکہ اپنا وطن، اپنا دیس اپنا شہر، گلی و محلہ کس کو پیارا نہیں ہوتا؟ جہاں صحابہ کرام کی زندگی کا ایک ایک لمحہ گزرا، جہاں رشتہ دار، کنبہ، مکانات اور زمینیں ہیں، جہاں بیت اللہ ہے، جہاں ان کا روزگار اور کار معیشت ہے۔ ایسی سرزمین کو یکلخت چھوڑنا، مکانات، دوست و احباب، رشتہ دار، کنبہ اور کاروبار سب کچھ اللہ جل مجدہ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کی رضا اور خوشنودی کے لیے چھوڑنا ایثار و عظمت، یقین محکم اور ایمان کامل کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟ چنانچہ متفرق طور پر صحابہ کرام تدریجاً سوئے مدینہ منتقل ہوتے رہے۔ یہاں

تک کہ نبی مکرم ﷺ نے بھی ہجرت کے لیے رخت سفر باندھا، اور اس مشکل اور کٹھن سفر کی رفاقت کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ کے سفر ہجرت اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانثاری و وفاداری کا بیان جو مختلف کتب احادیث و سیر میں منتشر طور پر موجود ہے، آپ کے سامنے ایک مربوط شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

تفسیر حسن عسکری جو اہل تشیع کی معتبر تصنیف ہے اس میں ہے کہ اللہ رب العزت نے سیدنا جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضور اقدس ﷺ کے پاس بھیجا۔ چنانچہ سیدنا جبرائیل نے عرض کیا: (امرک ان تستصحب ابابکر) کہ یارسول اللہ! اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اس پر پیچ سفر میں صدیق اکبر کو اپنے ساتھ رکھیں۔ امتثال امر الٰہی عزوجل کے لیے حضور اقدس ﷺ دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ارادہ الٰہی اور منشاء الٰہی سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا:

"فانی اذن لی فی الخروج"

(صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی واصحابہ، رقم الحدیث:3905)

ترجمہ: "بے شک مجھے مکہ سے نکلنے کا اذن دے دیا گیا ہے۔"

اور آپ نے بتایا کہ اس کٹھن سفر کے لیے تمہارا الوہی انتخاب ہوا ہے یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خوشی اور مسرت کی انتہا نہ رہی۔ حضرت صدیق نے پیشتر سے دو اونٹنیاں خاص اس مقصد کے لیے رکھیں ہوئیں تھیں۔ حضور اقدس ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے کر مکہ سے نکلے۔ راستے میں حضرت ابوبکر کبھی رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلتے، کبھی آگے چلتے، کبھی دائیں چلتے، کبھی بائیں چلتے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے ابوبکر! ایسا کیوں کر رہے ہو؟

حضرت ابوبکر نے عرض کی: میں آپ کے چاروں طرف اس لیے چل رہا ہوں کہ اگر کوئی اچانک آپ پر حملہ آور ہو تو اس کا پہلا نشانہ میں بنوں۔ نبی مکرم ﷺ کے پائے مبارک پر ورم آ گئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور آپ کو اٹھا کر دوڑنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ جب غار ثور کے دہانے پر پہنچے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ کو اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا آپ غار میں پہلے داخل نہ ہوں، پہلے میں داخل ہوں گا، تاکہ کوئی مضر چیز آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ آپ نے اذن مرحمت فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اپنی قمیص کو پھاڑ کر غار کے تمام سوراخ بند کیے۔ ایک سوراخ باقی رہ گیا تو اس پر اپنی ایڑھی رکھ دی، جب رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو آپ نے پوچھا:

(این ثوبک یا ابابکر؟)

''اے ابوبکر! تمہارا لباس کہاں ہے؟''

تو انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس کے بارے میں بتا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں دست پاک اٹھائے اور دعا کی:

(اللّٰھم اجعل ابابکر معیَ فی درجتی یوم القیامة فاوحی اللّٰه عزوجل الیه ان اللّٰه تعالٰی قد استجاب لک.)

ترجمہ: ''اے اللہ! ابوبکر کو قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی کہ اس نے آپ ﷺ کی دعا کو قبول فرما لیا ہے۔''

(دلائل النبوۃ للبیھقی: جلد 2 صفحہ: 477......سیرت ابن ھشام: جلد 2 صفحہ: 99......البدایہ والنھایہ: جلد 2 صفحہ: 563......الریاض النضرۃ للمحب الطبری: جلد 1 صفحہ: 106......الدر المنثور: جلد 4 صفحہ: 198......مختصر تاریخ دمشق: جلد 13 صفحہ:

55......حلية الاولياء: جلد1 صفحه:33......صفوة الصفوة: جلد1 صفحه:240......سبل الهدیٰ والرشاد: جلد3 صفحه:240)

حضور نبی مکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ جس سوراخ میں حضرت صدیق نے اپنی ایڑی مبارک رکھی ہوئی تھی اس میں ایک زہریلا سانپ تھا اس سانپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیر میں ڈنک مارنا شروع کر دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی کہ کہیں رسول اللہ ﷺ بیدار نہ ہو جائیں۔ ان کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس پر گرے تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: ''اے ابوبکر! کیا ہوا؟'' انہوں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیر پر لعاب دہن لگایا تو ان کی تمام تکلیف دور ہو گئی۔

(الرياض النضرة فی مناقب العشرة: جلد1 صفحه: 104 دارالكتاب العربی بيروت......المواهب اللدنيه: جلد1 صفحه: 149 دارالفكر بيروت......شرح الزرقانی علی المواهب: جلد1 صفحه:135 دارالمعرفه بيروت......انسان العيون للحلبی: جلد2 صفحه:205 مصر)

رسول اللہ ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن غار میں رہے اور قریش نے آپ کو واپس لانے کے لیے سو اونٹوں کا انعام مقرر کیا۔ چنانچہ بہت لوگ تلاش میں نکلے لیکن ناکام ہوئے تو وہ ایک کھوجی کو لائے جو قدموں کے نشانات سے اپنے ہدف تک پہنچتا تھا حتیٰ کہ وہ شخص غار پر جا کر ٹھہرا۔ اس نے کہا یہاں آ کر نشانات ختم ہو گئے ہیں، مکڑی نے اسی وقت غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

(یا رسول اللہ ﷺ لو ان احدھم ینظر الی قدمیہ لابصرنا تحت قدمیہ فقال ﷺ "یا ابابکر ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما")

(صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ، رقم الحدیث: 3922......وایضاً فی کتاب التفسیر، باب: ﴿ثانی اثنین اذھما فی الغار﴾ رقم الحدیث: 4663 دارالکتاب العربی بیروت......صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث:: 6119، دارالکتب العربی بیروت......جامع ترمذی: کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، رقم الحدیث: 3096 دارالمعرفہ بیروت......مسند احمد: 23462)

ترجمہ: "یارسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے قدموں کی طرف دیکھے گا تو وہ ہمیں بھی دیکھ لے گا۔ تو نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اے ابوبکر! تیرا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ (عزوجل) ہے۔"

چنانچہ جب ان کفار نے غار کے منہ پر مکڑی کے جالے کو دیکھا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اس غار میں کوئی نہیں اور وہ واپس چلے گئے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز 8 صفحہ: 75)

قرآن مجید نے اس واقعہ کا ذکر یوں فرمایا:

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

(التوبۃ: 40)

ترجمہ: ''اگر تم نے رسول کی مدد نہیں کی تو بے شک اللہ (جل مجدہ) نے ان کی مدد فرمائی، جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا۔ اس حال میں کہ وہ دو میں سے دوسرے تھے۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے صاحب (یعنی صدیق اکبر) سے فرما رہے تھے: غم نہ کر، بے شک اللہ (عزوجل) ہمارے ساتھ ہے۔ سو اللہ نے ان پر طمانیت قلب نازل کی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ نے کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ (ذوالمجد والعلیٰ) کا دین ہی بلند و بالا ہے۔ اور اللہ بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے۔''

تین دن غار میں رہنے کے بعد نبی مکرم ﷺ بخیر و عافیت اپنے یار غار کے ساتھ سوئے مدینہ روانہ ہوئے راستے میں ایک مقام پر نبی مکرم ﷺ آرام فرما ہوئے۔ حضرت صدیق نے ایک چرواہے کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! آپ نے فرمایا کہ کیا تم ہمیں دودھ دوہ کر دو گے اس نے کہا ہاں آپ نے اسے فرمایا کہ بکری کے تھنوں اور اپنے ہاتھوں کے غبار کو دھو لو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک برتن میں بکری کا دودھ بھر کر دیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دودھ کو حضور اقدس ﷺ کے لیے رکھ دیا اس برتن کے منہ پر کپڑا دے دیا۔ (حفاظت کے لیے) اور اس دودھ میں پانی ڈالا یہاں تک کہ وہ گہرائی تک ٹھنڈا ہو گیا پس میں وہ دودھ لے کر نبی مکرم ﷺ کی خدمت عالی میں حاضر ہوا تو حضور اقدس ﷺ بیدار ہو چکے تھے تو میں نے عرض کیا:

''اشرب یا رسول اللہ فشرب حتی رضیت۔''

(صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب المهاجرین، رقم

الحدیث:3652، دارالکتب العربی بیروت، صحیح مسلم: کتاب الاشربة: باب جواز شرب

اللبن، رقم الحدیث:5238 دارالکتب العربی بیروت)

ترجمہ: ''یا رسول اللہ ﷺ دودھ نوش فرمایئے۔ پس حضور اقدس ﷺ نے

دودھ پیا یہاں تک کہ میں راضی ہو گیا۔''

پھر میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا اب چلیں؟ فرمایا: ہاں! پس ہم چلے اور کافر ہمارے تعاقب میں تھے لیکن سوائے سراقہ بن مالک بن جعشم کے کوئی ہم تک نہ پہنچ سکا۔ پس میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! یہ ہمارے قریب پہنچ چکا ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

(لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا) (صحیح بخاری: رقم الحدیث:3652)

ترجمہ: ''غم نہ کرے بے شک اللہ عزوجل ہمارے ساتھ ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے سراقہ کے خلاف دعائے ضرر فرمائی، تو اس کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ (عزوجل) سے میرے لیے دعا کیجئے۔ میں آپ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ (تو زمین نے اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا)

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:5239)

سفر ہجرت کے دوران دن رات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس کی رفاقت اور خدمت کی سعادت میسر رہی۔ یہاں تک کہ شہر مدینہ قریب آ گیا۔ اہل مدینہ پہلے ہی سے حضور اقدس ﷺ کا دوپہر تک انتظار کرتے بالآخر واپس لوٹ جاتے اور جب نبی مکرم ﷺ مدینہ کے قریب پہنچے تو ایک یہودی نے دور سے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا اور بلند آواز سے کہا:

(یا معاشر العرب' هذا جد کم الذی تنظرون.)

ترجمہ: ''اے عرب والو! یہ وہ تمہارے بزرگ ہیں جن کا تم انتظار کر رہے

تھے۔"

چنانچہ مسلمان حرۃ کے مقام پر اکٹھے ہوئے اور حضور ﷺ کا ان کلمات کے ساتھ استقبال کیا۔

(جاء نبی اللّٰہ' جاء نبی اللّٰہ).

ترجمہ: "اللہ کے نبی تشریف لائے' اللہ کے نبی کی آمد ہوئی۔"

بعض روایات میں ہے کہ لوگ پہلے آ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ شاید یہ نبی ہیں۔

(فاقبل ابوبکر حتی ظلل علیه بردائه' فعرف الناس رسول اللّٰہ ﷺ عند ذلک.)

(صحیح بخاری: کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی واصحابه الی المدینة، رقم الحدیث:3906-3911 دارالکتب العربی بیروت)

ترجمہ: "پس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر مبارک کے ساتھ حضور اقدس ﷺ پر سایہ کیا۔ (تاکہ لوگ حضور اقدس ﷺ کو پہچان لیں)۔ چنانچہ اس وقت لوگوں نے حضور اقدس ﷺ کو پہچان لیا۔"

حضرت صدیق اکبر کی افضلیت کی وجوہ

آیت کریمہ اور واقعہ سفر ہجرت سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر متعدد وجوہ سے دلیل ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

1- جس وقت حضور اقدس ﷺ نے سفر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو تمام اہل مکہ آپ کو شہید کرنے کے درپے تھے۔ انہوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ان حالات میں حضور نبی کریم ﷺ کی رفاقت و معیت کے لیے ایک ایسا صاحب ایثار، مجسمہ وفا، مومن کامل اور مخلص ساتھی درکار تھا کہ جو اس سفر میں آپ کی خدمت کا حق ادا کرے، آپ کے راز کو افشا نہ کرے۔ آپ کے ساتھ جانے کے تمام خطرات اور مشکل مراحل کو بصد خوشی قبول کرے کیونکہ اگر ایسا ساتھی نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ آپ کے راز کو افشا کر دیتا۔ اگر اس کے دل میں نفاق و کفر چھپا ہوتا تو اس سے بڑھ کر اور کونسا موقع تھا جس میں وہ نفاق و کفر کو ظاہر کر کے نبی کریم ﷺ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا۔ سو نبی کریم ﷺ کا اس سفر میں بطور خاص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے رفیق سفر بنانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو قطعی طور پر حضرت صدیق ؓ کے قلبی ایمان' باطنی خلوص و وفاداری کا علم تھا اور اگر حضور اقدس ﷺ کی نگاہ نبوت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی اور بھی جانثار و وفادار ہوتا تو یقیناً حضور اقدس ﷺ اس نازک اور پرخطر سفر میں اس کو رفاقت کا شرف عطا فرماتے۔

2- امام حسن عسکریؒ اثنا عشری اماموں میں سے ہیں۔ اور ان کا فرمان ان کے نام نہاد محبین و مومنین (اہل تشیع) کے نزدیک حجت اور واجب الاذعان ہے، انہوں نے اپنی تفسیر میں یہ روایت نقل فرمائی کہ اللہ جل مجدہ نے اس سفر میں اپنے حبیب مکرم ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ اپنے ساتھ صدیق اکبر کو لے کر جائیں۔ اللہ رب العزت علیم بذات الصدور اور عالم الغیب والشہادۃ ہے اس پر دلوں کی تمام کیفیات وارادت و واردات روشن ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ.﴾

(سورۃ ق:16)

ترجمہ: ''اور تحقیق ہم نے انسان کو پیدا فرمایا اور جو اس کے دل میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں ہم اس کو جانتے ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''

سو اگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل کے کسی گوشے میں نفاق، بدنیتی یا جفاکاری پوشیدہ ہوتی تو اللہ رب العزت اپنے حبیب مکرم ﷺ کو کبھی اس سفر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جانے کا حکم نہ فرماتا۔ سو جب اسی خدا عزوجل نے حبیب کریم ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جانے کا حکم دیا اور اتنے اہتمام کے ساتھ کہ باقاعدہ جبرائیل امین علیہ والسلام کو بھیجا تو یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قلب مبارک نگاہ الوہیت میں اتنا درجہ کمال پر ہے کہ اس میں نفاق یا شک و تردد کی گنجائش تک نہیں اور آپ کا قلب اطہر ایمان کامل، یقین محکم، جذبہ جانثاری و وفاداری اور اللہ رب العزت اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کی محبت سے مملوء ہے۔

3- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانثاریوں اور وفاداریوں کی چند جھلکیاں ملاحظہ کریں کہ دوران سفر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کبھی حضور کے آگے چلتے، تو کبھی پیچھے، کبھی دائیں تو کبھی بائیں۔ حضور اقدس ﷺ کے دریافت پر متوقع خطرہ کا اظہار کیا کہ مبادا حضور کو کسی جہت سے کوئی نقصان پہنچے۔ پھر حضرت صدیق کا پورا کنبہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں مصروف عمل ہے۔ چنانچہ غار ثور میں قیام کے دوران حضرت ابوبکر کے بیٹے حضرت عبداللہ بن ابی بکر اور ان کی بیٹی حضرت اسماء اور ان کا غلام عامر بن فہیرہ آپ تک مکہ کی خبریں پہنچاتے اور آپ کے لیے طعام پیش کرنے مین لگے رہے، اور یہ بھی حضرت ابوبکر کی فضیلت ہے کہ ان کی اولاد اور ان کے خدام اس خطرے کے موقع پر جان کی بازی لگا کر آپ کی خدمت میں مشغول رہے۔

4- نیز دوران سفر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا، حضور اقدس ﷺ کا پورا وجود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بدن سے ملامس تھا۔ کیا کمال مقدر ہے اور بخت صدیق کس نقطہ عروج پر ہے کہ وہ ذات جن کے دیدار کی ایک جھلک کے لیے دنیا ترستی ہے ان کے دست پاک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سر پر، ان کا سینہ مبارک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جسم سے ملامس۔ ان کے پائے ناز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہیں۔ اسے عظمت نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟ یہاں یہ نکتہ بھی ذہن نشین فرمالیں کہ صفا و مروہ کو اللہ جل مجدہ نے اپنی نشانی قرار دیا، ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ.

ترجمہ: "بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔"

(البقرة: 158)

اور اللہ رب العزت نے اپنی نشانیوں کی تعظیم و تکریم کو دلوں کا تقویٰ قرار دیا۔ فرمایا:

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ.

(الحج: 32)

ترجمہ: "اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بے شک یہ بات دلوں کے تقویٰ سے ہے۔"

اور صفا و مروہ پہاڑیوں کو یہ عزت و تکریم اس وجہ سے ملی کہ ان کی نسبت اللہ جل مجدہ کی ایک ولیہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے قدموں کے ساتھ ہو گئی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر صفا و مروہ پہاڑیوں کو حضرت ہاجرہ کے قدموں سے شرف لمس اور نسبت نصیب ہو جائے تو وہ اللہ کی نشانیوں میں قرار پائیں اور ان کی تعظیم و تکریم دلوں کے تقویٰ پر دلیل قرار پائے تو کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، اللہ جل مجدہ کی نشانیوں میں سے نہیں ہوں گے؟ اور کیا ان کی تعظیم دلوں کے تقویٰ پر دلیل نہیں ہو گی کہ جن کو سید الانبیاء و المرسلین اور حبیب رب العالمین کے پورے وجود مسعود کے ساتھ شرف ملامست نصیب ہوا؟ بلکہ جو نسبت حضرت ہاجرہ کے قدموں کی حضور اقدس ﷺ کے وجود مبارک سے ہے وہی نسبت صفا و مروہ پہاڑیوں کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے، نیز پہلے بیان ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے دیدار کرنے والے صحابی پر جہنم کے حرام ہونے کا مژدہ سنایا۔

لا تمس النار مسلما رانی او رای من رانی.

(جامع ترمذی، رقم الحدیث:: 3858)

ترجمہ: ''جہنم کی آگ اس بندے کو نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا اس کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔''

سو جب فقط دیدار کی یہ شان ہے تو دیدار کے ساتھ لمس کی شان کیا ہوگی؟

5- غار میں داخل ہوتے وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیش قدمی کی اور اپنے قمیص مبارک کو پھاڑ کے غار کے سوراخوں کو بند کر دیا۔ شاید کہ چشم فلک نے وارفتگی اور محبت کا ایسا نظارہ نہ دیکھا ہوگا کہ ایک محب صادق اپنے محبوب کی محبت میں ایسا خودرفتہ ہوگیا کہ محبوب کی حفاظت کے لیے اپنے کپڑے تک پھاڑ ڈالے اور صرف یہ نہیں بلکہ غار میں داخل ہو کر جب ایک سوراخ باقی رہ گیا تو اس پر اپنی ایڑی رکھ دی، یہاں تک کہ اس سوراخ میں موجود سانپ نے آپ کی ایڑی مبارک پر ڈسا آپ نے حضور اقدس ﷺ کی نیند مبارک پر اپنی جان قربان کرنا تو گوارا کی لیکن ذرا بھر جنبش تک نہ کی کہ مبادا میرے محبوب کے آرام میں خلل واقع ہو۔ سو جو حضور اقدس ﷺ کی نیند مبارک پر اپنی جان کو قربان کرنے کے لیے آمادہ ہیں ان کی محبت و عظمت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے؟

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان ان پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

6- نبی مکرم ﷺ کی وجاہت، منزلت اور مقام اللہ جل مجدہ کی بارگاہ عالی میں اتنا

بلند ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے لبہائے مبارک سے نکلنے والی ہر دعا مستجاب اور مقبول ہے اور کیوں نہ ہو کہ جب ایک ولی کی دعا رد نہیں کی جاتی تو حضور اقدس ﷺ جن کی محبت و متابعت سے ولایت نصیب ہوتی ہے آپ کی دعا کیونکر رد ہو گی؟ چنانچہ مشہور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

ولئن سألني لا عطينه.

(صحیح بخاری: کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم الحدیث:6502، دارالکتب بیروت......صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 347......سنن الکبریٰ للبیھقی: جلد 10 صفحہ:219 کتاب الزھد، رقم الحدیث:696)

ترجمہ: ''اور اگر وہ (بندۂ ولی) مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں۔''

حضور اقدس ﷺ کی دعوات کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾

(النور: 63)

ترجمہ: ''رسول کی دعا کو تم ایسے مت سمجھنا جیسے آپس میں تمہاری ایک دوسرے کی دعا ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں:

ما اری ربک الا و یسارع فی ھواک.

(صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، رقم الحدیث:4788——صحیح بخاری: کتاب النکاح، رقم الحدیث:5113......صحیح مسلم: رقم الحدیث:3631......سنن النسائی: رقم الحدیث:3196)

ترجمہ: ''یا رسول اللہ! میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ آپ کا رب عزوجل

آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ نبی مکرم ﷺ کی ہر دعا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مقبول و مستجاب ہے اور غار میں نبی کریم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانثاری اور نیازمندی کو ملاحظہ کیا تو لب ہائے مصطفیٰ کریم ﷺ جنبش میں آئے اور عرض کی:

اللھم اجعل ابابکر معی فی درجتی یوم القیامۃ.

یعنی اے اللہ عزوجل! جس طرح تو نے غار میں میری رفاقت اور معیت کے لیے ابوبکر کا انتخاب فرمایا ہے، جنت کی دائمی ابدی اور لازوال زندگی کی رفاقت اور معیت کے لیے بھی ابوبکر کا انتخاب فرما۔ چنانچہ ہر دعا کی طرح یہ دعا اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں درجہ استجابت پر فائز ہوئی اور اللہ رب العزت نے وحی نازل فرمائی:

ان اللّٰہ تعالیٰ قد استجاب لک.

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے تمہاری دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔''

سو قطعی طور پر معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نہ صرف جنتی ہیں بلکہ جنت کی باقی اور دائمی زندگی میں رفیق مصطفیٰ کریم ﷺ بھی ہیں، اس پر یہ حدیث یہ دلیل ہے:

عن عبداللّٰہ عن النبی ﷺ قال ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.''

(صحیح بخاری: کتاب الادب باب علامۃ الحب فی اللّٰہ عزوجل، رقم الحدیث: 6169-6168 دارالکتب العربی بیروت......صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب المرء مع من احب، رقم الحدیث: 6317......مسند احمد: 3790-12339)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہو گا (یعنی آخرت میں) جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''

اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلب مبارک میں حضور اقدس ﷺ کی جو محبت و الفت ہے اس کی ایک دلیل یہی سفر ہجرت ہے۔

7- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ غار ثور میں تین چار دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ تنہائی اور خلوت کا شرف نصیب ہوا۔ ایک محب صادق ہے جس کی بے تاب نگاہیں اٹھتی ہیں تو رخ والضحیٰ اور چہرہ جانفزا سامنے ہوتا ہے۔ محبوب کے میٹھے اور پراز حکمت و معرفت فرامین سننے کی سعادت میسر آتی ہے، اور ایک محبوب ہیں اور ایسے محبوب ہیں کہ

ایسا کوئی محبوب نہ ہو گا نہ کہیں ہے

جو محبوب خلائق بھی ہیں اور محبوب خالق بھی ہیں۔ ان کی چشمان مقدس اٹھتی ہیں تو چہرہ صدیق پر پڑتی ہیں ان تین، چار دنوں میں کوئی تیسرا فرد بشر ساتھ نہیں۔ نہ جانے محبوب کریم ﷺ نے اپنی توجہ اتحادی کا کتنا فیض اپنے محب صادق کو دیا، اور کتنا فیض اور انوار رسالت محب صادق نے جذب کیے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی معیت میں شہر مدینہ پہنچے تو باسیان مدینہ کو پتا نہ چل سکا کہ مخدوم کون ہیں اور خادم کون؟ آقا کون ہیں اور غلام کون؟ یہ وہی توجہ اتحادی کا فیض تھا کہ چہرہ صدیق اکبر رخ پرنور، رخ والضحیٰ کا آئینہ دار بن چکا تھا، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ظاہر حضور اقدس ﷺ کے ظاہر میں فنا تھا اور آپ کا باطن، حضور ﷺ کے باطن میں فنا تھا اسی فنائیت تامہ کاملہ کی وجہ سے چہرہ صدیق کا تھا لیکن جلوہ یار کا نظر آتا تھا۔ سو جب لوگوں کو پہچان نہ ہو سکی تو آپ حضور اقدس ﷺ پر چادر سے سایہ کر کے کھڑے ہو

گئے تا کہ باسیان مدینہ کو معلوم ہو جائے کہ مخدوم یہ ہیں خادم میں ہوں۔ آقا یہ ہیں، غلام میں ہوں۔ مالک یہ ہیں مملوک میں ہوں۔

8- محبت ایک ایسی چیز ہے کہ جس کو چھپایا نہیں جا سکتا محب کے انداز و اطوار اور عادات و معاملات اس کی محبت پر بین دلیل ہوتے ہیں۔ اور انہی افعال سے معلوم ہو جاتا ہے کہ محب کو اپنے محبوب سے کس قدر محبت ہے؟ اس سفر ہجرت میں ایک خاص واقعہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حب شدید پر دلالت کرتا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کو پیاس لگی اور آپ محو استراحت ہوئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایک چرواہا ملا جس سے آپ نے دودھ طلب کیا اور فرمایا:

''ہاتھ صاف کر لو اور تھنوں کو دھو لو۔''

اس تاکید کا مقصد یہ تھا کہ مبادا کوئی گرد و غبار اس دودھ کے اندر چلا جائے جس کو محبوب نے نوش فرمانا ہے۔

اور جب حضور اقدس ﷺ کے بیدار ہونے پر دودھ پیش کیا تو آپ کے یہ لفظ آپ کی قلبی محبت پر ایسی دلیل ہیں جس کا ادراک صرف صاحبانِ ذوق و محبت ہی کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

فشرب حتی رضیت. (صحیح بخاری: رقم الحدیث:3652)

ترجمہ: ''آپ نے اتنا دودھ نوش فرمایا کہ میں راضی ہو گیا۔''

واہ واہ! اے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ حضور اقدس ﷺ کی محبت میں کتنے فنا ہو چکے ہیں کہ دودھ حضور پی رہے ہیں اور راضی آپ ہو رہے ہیں۔ خوشی آپ کو ہو رہی ہے کہ میرے محبوب نے جی سیر ہو کر دودھ نوش فرمایا۔

9- آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ کا ''ثانی'' قرار دیا، اور تبلیغ دین، ہجرت کرنے میں، مغازی میں،

امامت میں، امارت میں، قبر میں، حشر میں، دخول جنت میں اور تمام اہم دینی مناصب میں اول سیدنا محمد ﷺ ہیں اور ثانی حضرت ابوبکر ﷺ ہیں۔

10- امام فخر رازیؒ فرماتے ہیں:

"انہ تعالیٰ وصف ابابکر بکونہ صاحبا للرسول و ذلک یدل علیٰ کمال الفضل، قال الحسین بن فضل البجلی: من انکر ان یکون ابوبکر صاحب رسول اللہ ﷺ کان کافرُ لان الامۃ مجمعۃ علیٰ ان المراد من "اذ یقول لصاحبہ" ھو ابوبکر."

(التفسیر الکبیر: جزو16 جلد6 صفحہ:56، دارالفکر بیروت)

ترجمہ: "اللہ رب العزت نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ کا "صاحب" قرار دیا۔ اور یہ حضرت صدیق کے کمال فضیلت پر دلیل ہے۔ حسین بن فضل البجلی نے فرمایا کہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صحابی رسول ہونے کا انکار کرے تو وہ کافر ہے (نیز تمام متکلمین وفقہاء کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کیونکہ آپ کی صحابیت نص قرآنی سے ثابت ہے۔ لہٰذا آپ کی صحابیت کا منکر قرآنی نص کا منکر ہے۔) اس لیے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ

"اذ یقول لصاحبہ"

میں صاحب سے مراد حضرت صدیق اکبر ہیں۔"

11- آیت کریمہ میں "**فانزل اللہ سکینۃ علیہ**" میں "ہ" ضمیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہے۔ اس لیے کہ عربی کا قاعدہ ہے کہ ضمیر کو قریب کے مرجع کی طرف لوٹانا اولیٰ ہے اور آیت میں قریب کا مرجع حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ کی ذات ہے نیز غم و پریشانی حضور اقدس ﷺ کو لاحق نہیں ہوئی بلکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لاحق ہوئی کیونکہ اگر غم حضور اقدس ﷺ کو لاحق ہوتا تو سرکار اقدس ﷺ یہ نہ فرماتے "لا تحزن" کہ غم نہ کر اور یہ تسلی جب ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو خود غم لاحق نہ ہو سو جب غم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لاحق ہوا تو اللہ جل مجدہ نے ان کی طمانیت قلب کے لیے ان پر سکینہ اتارا اور یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

12- حضرت پیر کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن میں "معنا" کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"معنا" (یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے) کا لفظ بھی غور طلب ہے۔ معیت الٰہی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک معیتِ علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اور اپنے علم کے ذریعہ ہر چیز کے ساتھ ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَمَا كَانُوْا.

ترجمہ: "کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، کوئی تین آدمی مشورہ کرنے والے نہیں ہوتے جبکہ وہ ان کا چوتھا نہ ہو، اور نہ پانچ مشورہ کرنے والے ہوتے ہیں جبکہ وہ ان کا چھٹا نہ ہو اور نہ اس تعداد سے کم ہوتے ہیں نہ زیادہ، وہ ہر صورت میں ان کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں بھی مشورہ کر رہے ہوں۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ساتھ ہوتا ہے ایسی معیت

میں تہدید اور سرزنش ہے۔ خبردار! اگر تم نے نافرمانی کی تو ہماری گرفت سے تم بچ نہیں سکتے۔

معیت الٰہی عزوجل کی دوسری قسم وہ ہے جو متقین و محسنین کو حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ.

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو نیکوکار ہیں۔''

اس معیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے ان کی دستگیری کرتا ہے اور اپنے لطف سے ان کو نوازتا رہتا ہے۔ معیت الٰہی عزوجل کی تیسری قسم وہ ہے جو انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو میسر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دشمن کے مقابلہ میں ان کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔ ہر میدان میں وہ کامیاب و سرفراز ہوتے ہیں اور کفر و باطل کے سرغنے ذلیل و رسوا ہوتے ہیں اور ان کی تمام اقسام سے اعلیٰ و ارفع معیت الٰہی کی وہ قسم ہے جو سیدالانبیاء والمرسلین ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنے یار وفادار کو ان اللہ معنا ۔ فرما کر اس خصوصی معیت میں شرکت کی سعادت ارزانی عطا فرمائی۔

فداک ابی و امی یا رسول اللّٰہ ما اکرمک وما اجودک و جزاک اللّٰہ عنا و عن سائر المومنین یا ابابکر ما اوفاک وما اسعد حظک.

(تفسیر ضیاء القرآن جلد2 صفحہ:212 ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

13- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب نبی مکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ پہنچے تو سب لوگوں نے جان لیا کہ نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ جس شخص کو سفر و حضر میں ساتھ رکھتے ہیں وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

سفر ہجرت کے متعلق حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار ملاحظہ فرمائیں

قال رسول اللہ ﷺ لحسان بن ثابت رضی اللہ عنہ هل قلت فی ابی بکر شیئا؟ قال نعم' فقال قل وانا اسمع فقال:

ثانی اثنین فی الغار المنیف
وقد طاف العدو بہ اذ صعد الجبلا
وکان حب رسول اللہ قد علموا
من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

(المستدرک : کتاب معرفۃ الصحابۃ، رقم الحدیث: 4413......الطبقات الکبریٰ: جلد 3 صفحہ: 174......صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی: جلد 1 صفحہ: 241......الریاض النضرۃ: جلد 1 صفحہ:417)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''کیا تم نے ابوبکر کے بارے میں کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں (یا رسول اللہ)! حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: وہ کلام مجھے سناؤ میں سنوں گا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: وہ غار میں دو میں سے دوسرے تھے۔ جب وہ حضور اقدس ﷺ کو لے کر پہاڑ (جبل ثور) پر چڑھے، تو دشمن نے ان کے ارد گرد چکر لگائے اور تمام صحابہ کو معلوم تھا کہ وہ (حضرت ابوبکر) رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں اور آپ ﷺ کسی شخص کو ان کے برابر شمار نہیں کرتے۔''

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے حسان تم نے سچ کہا، وہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) بالکل ایسے ہی ہیں جیسے تم نے کہا۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عظمت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سماعت کرنا اور اس پر خوشی، مسرت اور فرحت کا اظہار کرنا سنت مصطفیٰ کریم ﷺ ہے۔ کیونکہ سرکار ﷺ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی غار والی قربانی کو سن کر اتنا مسکرائے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

یہاں سے روافض کے ساتھ ساتھ وہ نعت خوان اور نقیب بھی عبرت حاصل کریں جو محافل میلاد میں صحابہ کرام بالخصوص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم کی شان سنانے سے نوٹوں کی بارش ہو گی لیکن شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر نوٹوں کی بارش نہیں ہو گی۔ کاش کہ یہ لوگ سمجھ جاتے کہ شان سیدنا صدیق سنانے سے اگر روپے پیسے کی بارش نہ بھی ہوئی تو کیا ہوا لیکن گنبد خضراء کی مسکراہٹ کا فیض تو نصیب ہو جائے گا اور حضور اقدس ﷺ کی مسکراہٹ سے بڑھ کر ایک عاشق کے لیے اور نعمت کیا ہو سکتی ہے؟ لیکن نعت خوانوں اور نقیبوں کو اس سے کیا غرض وہ تو گھر سے چلتے ہی اس نیت سے ہیں تا کہ لوگوں کی جیبیں خالی کروا کے اپنی بھریں۔ إلا ماشاء اللہ۔

یاد رکھیں کہ مسلک اہل سنت، معتدل اور متوازن مسلک ہے، یہی اس کا امتیاز اور حق ہونے کی دلیل ہے۔ ہمیں جہاں حضور اقدس ﷺ کے جمیع اہل بیت سے محبت و مودت ہے۔ وہاں ہمیں حضور اقدس ﷺ کے جمیع صحابہ سے محبت ہے۔ لہٰذا جن مجالس و محافل میں اہل بیت کا تذکرہ ہو۔ وہاں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالخصوص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان بھی بیان ہونی چاہیے تا کہ افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کا دامن ہاتھ میں رہے۔

مدنی دور میں رفاقت

نبی مکرم ﷺ نے سرزمین مبارک مدینہ طیبہ پر تقریباً دس سال حیات ظاہری کے گزارے اور ان دس سالوں میں اقامت دین اور ترویج و اشاعت دین کے لیے متعدد غزوات فرمائے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام مغازی بلکہ تقریباً ہر مرحلہ میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ رہے۔ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق، غزوۂ تبوک، صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور حجۃ الوداع میں حضور اقدس ﷺ کے شریک سفر رہے۔ غزوۂ بدر میں شامل ہونے والوں کے متعلق حدیث میں ہے:

عن علی رضی الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ لعل اللّٰه اطلع الی اهل بدر فقال: اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنة او فقد غفرت لکم.

(صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوة الفتح، رقم الحدیث: 4274 دار الکتب العربی بیروت......صحیح بخاری: کتاب الجهاد والسیر، باب الجاسوس، رقم الحدیث: 3007...... صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل اهل بدر، رقم الحدیث: 6351 دار الکتب العربی بیروت......سنن ابو داؤد: کتاب الجهاد، باب فی حکم الجاسوس، رقم الحدیث: 2650 مکتبه دار السلام ریاض......جامع ترمذی: کتاب تفسیر القران، باب ومن سورة الممتحنه، رقم الحدیث: 3305 دار المعرفه بیروت......مسند احمد 610)

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: ''اللہ جل مجدہ نے اہل بدر کی طرف خاص تجلی رحمت فرمائی پس فرمایا: ''تم جو کام کرو تحقیق تمہارے لیے جنت واجب ہوگئی یا تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا۔''

اور لاریب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ بشارت بدرجہ اتم شامل ہے۔ کیونکہ آپ بھی غزوۂ بدر میں شریک تھے اور بطور خاص حضور اقدس ﷺ کا دفاع فرما رہے تھے۔

غزوۂ احد میں شامل ہونے والوں کے متعلق فرمایا:

﴿ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ. ﴾

(ال عمران: 172)

ترجمہ: ''وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لیے بڑا ثواب ہے۔''

اس کی تفسیر میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن عائشة رضی الله عنها قالت لعروة: یا ابن اختی کان ابواک منهم: الزبیر و ابوبکر.

(صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب تفسیر الایة المذکورة، رقم الحدیث: 3077 دارالکتب العربی بیروت)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عروہ بن زبیر سے فرمایا: ''اے میرے بھانجے! ان لوگوں میں (جن کے بارے میں آیت مذکورہ نازل ہوئی) تیرے باپ (یعنی حقیقی و عرفی) شامل ہیں اور وہ حضرت زبیر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما ہیں۔''

اسی طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ بھی حضور اقدس ﷺ کی متابعت میں بنفس نفیس خندق کھود رہے تھے نبی مکرم ﷺ نے خندق والوں کے لیے ان کلمات کے ساتھ دعا فرمائی:

عن انس رضی اللہ عنہ یقول: خرج رسول اللہ ﷺ إلی الخندق، فاذا المھاجرون والانصار یحفرون فی غداۃ باردۃ......إلی......فلما رای ما بھم من النصب والجوع قال:

اللھم ان العیش عیش الأخرۃ

اغفر للانصار والمھاجرۃ......

و فی روایۃ

فبارک فی الانصار والمھاجرۃ

(صحیح بخاری: کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، رقم الحدیث: 4099-4100 دار الکتب العربی بیروت......مسند احمد: 13059)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم، رسول محتشم ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مہاجرین اور انصار علی الصبح سخت سردی میں خندق کھود رہے ہیں۔ پس جب نبی مکرم ﷺ ان پر تکلیف (استیصال باطل و اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے) اور بھوک دیکھی (تو دریائے رحمت جوش میں آ گیا) اور عرض کی:

''اے اللہ! عیش فقط آخرت کی عیش ہے، پس تو مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔''

اور ایک روایت میں یہ دعائیہ کلمات ہیں:

"پس تو انصار اور مہاجرین میں برکت دے۔"

یقیناً نبی مکرم ﷺ کی یہ دعا اللہ کریم کی بارگاہ میں مستجاب ہوئی اور اللہ رب العزت نے انصار و مہاجرین کی بخشش فرما دی جن میں سرفہرست سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ کی معیت کا شرف حاصل ہوا چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر چند سخت شرطوں کو تسلیم کیا تو مسلمانوں پر یہ بڑا شاق گزرا حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

اَلَسنا علی الحق وھم علی الباطل، الیس قتلانا فی الجنۃ وقتلاھم فی النار قال بلٰی.

ترجمہ: "یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر اور وہ کافر باطل پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ فرمایا کہ ہاں، عرض کی پھر ہم دین کے معاملہ میں ان کی کڑی شرائط کو کیوں قبول کر رہے ہیں۔"

(حضرت عمر چونکہ اشدآء علی الکفار کے مظہر تھے لہٰذا آپ یہ برداشت نہ کر سکے کہ ہم حق پر ہونے کے باوجود کفار کی سخت شرائط کو تسلیم کریں) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

یا ابن الخطاب، انی رسول اللّٰہ ولن یضیعنی اللّٰہ ابدا.

ترجمہ: "اے خطاب کے بیٹے! بے شک میں اللہ جل مجدہٗ کا رسول ہوں اور اللہ مجھے کبھی بھی ضائع نہیں فرمائے گا۔"

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قلبی اضطراب اور قلق کی کیفیت برقرار رہی)

یہاں تک کہ آپ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے بھی وہی سوال کیے کہ کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ تو آپ نے بھی بعینہٖ وہی جواب دیا جو حضور اقدس ﷺ نے دیا۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں:

یا ابن خطاب! انہ رسول اللہ ﷺ ولن یضیعہ اللہ ابدا.

ترجمہ: ”اے خطاب کے بیٹے! بے شک وہ اللہ جل مجدہٗ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کبھی بھی ان کو ضائع نہیں فرمائے گا۔“

(صحیح بخاری : کتاب التفسیر، باب قولہ: ان الذین یبایعونک، رقم الحدیث: 4844 دارالکتب العربی بیروت......صحیح مسلم: کتاب الجهاد والسیر، باب صلح الحدیبیہ، رقم الحدیث:4633 دارالکتب العربی بیروت......مسند احمد: 16398)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ اس کڑے وقت میں بے چینی، قلق اور اضطراب والی کیفیت میں تھے اور اس وقت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قلب اطہر حضور اقدس ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلے پر مطمئن تھا۔ تو یہ واقعہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ تمام صحابہ کرام میں ایمان و یقین میں درجہ کمال و نقطہ عروج پر پہنچی ہوئی شخصیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کی فنائیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی بعینہٖ وہی جواب دیا جو حضور اقدس ﷺ نے مرحمت فرمایا۔ یعنی حضرت صدیق منشائے رسول اور مزاج رسول کے شناسا اور عارف کامل تھے۔

اسی صلح حدیبیہ کے موقع پر جب بیعت رضوان کا مرحلہ آیا اور تمام صحابہ حضرت عثمان غنی کے لیے حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک پر اپنی جان نچھاور

کرنے کی بیعت کی تو اللہ جل مجدہ کو صحابہ کرام کا یہ قلبی ایثار اور وفاداری اس قدر محبوب ہوئے کہ اللہ جل مجدہٗ نے ان صحابہ سے ہمیشہ کے لیے راضی ہونے کا اعلان فرمایا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ.

(الفتح: 10)

ترجمہ: ”وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ (یعنی دست تائید و نصرت) ہے۔“

نیز ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا.﴾

(الفتح: 18)

ترجمہ: ”بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے، پس اللہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔“

آیت کریمہ میں ”فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ“ کا جملہ توجہ طلب ہے۔ یعنی جس ذات نے اپنے ابدی اور لاریب کلام میں ان ایمان والوں کے لیے رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا وہ فقط ان کی ظاہری بیعت کو دیکھ کر نہیں بلکہ اس ذات کے علم نے ان دلوں کی جملہ کیفیات و واردات کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ ان کے دل کس قدر جذبہ وفاداری و نیازمندی اور ایمان و یقین سے لبریز ہیں۔ جبھی تو

اس علیم بذات الصدور نے واشگاف الفاظ میں ایسے مومنین سے راضی ہونے کا اعلان فرمایا اور اس آیت کریم کو متعدد تاکیدات سے موکد کیا۔ حالانکہ اللہ جل مجدہٗ بغیر تاکید کے بھی کسی بات کو بیان فرمائے تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس فرمان پر سر تسلیم خم کر دیا جائے کیونکہ اُس کا ہر فرمان سچا، واجب الاذعان اور اٹل ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب ان صحابہ پر اپنی خوشنودی کا اعلان فرمایا تو کلمہ ''لقد'' کے ساتھ جس میں ''ل'' بھی تاکید کے لیے ہے اور ''قد'' بھی تحقیق و تاکید کے لیے اور پھر اس رضا کو ''رَضِیَ'' ماضی کے صیغہ کے ساتھ بیان فرمایا۔ اس لیے کہ ماضی کی بات میں تاکید اور تحقیق پائی جاتی ہے۔ سو باری تعالیٰ نے تین عدد تاکیدات ذکر فرما کر صحابہ کرام سے راضی ہونے کا اعلان کیا تاکہ اس معاملہ میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔ لیکن صد حیف! ان نام نہاد محبان اہل بیت پر کہ جو قرآنی بیان کو ناقابل اعتبار سمجھتے ہوئے برملا صحابہ کرام کو جہنمی اور خارج از اسلام و ایمان قرار دیتے ہیں اور اس بیعت رضوان میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے تو قطعی طور پر معلوم ہوا کہ اللہ جل مجدہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ کے لیے راضی ہو چکا ہے۔

غزوۂ تبوک میں شرف ہمرکابی

تمام غزوات میں سخت تر غزوہ، غزوۂ تبوک کا تھا۔ صورت حال یہ تھی کہ تقریباً 900 میل کا سفر درپیش تھا۔ ہتھیاروں کی، سواریوں کی اور سامان خورد ونوش کی قلت تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک ایک سواری پر باری باری دس آدمی بیٹھتے۔ کبھی ناک بند کر کے سڑے ہوئے جو کھاتے۔ ادھر مدینہ میں فصلیں، باغات اور پھل تیار تھے، چلچلاتی دھوپ تھی، ریگستانوں میں سفر کرنا ہے۔ اس موسم میں ہر کوئی ٹھنڈے سائے اور ٹھنڈے پانی کا متلاشی ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کے غیر متزلزل ایمان کا ایک کڑا اور سخت امتحان ہونے والا ہے، اور یقین ماہیے کہ اگر ان حالات میں دنیا کے کسی بادشاہ کی فوج ہوتی تو وہ ساتھ چھوڑ دیتی۔ لیکن صحابہ کرام نے بغیر چون و چرا ٹھنڈے سائے، باغات فصلیں چھوڑ کر تپتی ریت اور بھوک و پیاس کی تکلیف کو اللہ جل مجدہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور دین متین کی سربلندی کے لیے قبول کیا۔ یہاں تک کہ اللہ جل مجدۂ نے اعلان فرمایا:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ ۔ (التوبة: 117)

ترجمہ: ”بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا۔“

اور اس غزوہ میں سب سے زیادہ قربانی دینے والے اور ایثار کرنے والے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں یہاں تک کہ تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی ایسی مثال نہیں ملتی اور چشم فلک نے بھی کبھی ایسا فقید المثال نظارہ نہ دیکھا ہوگا کہ ایک محب صادق نے محبوب کے فرمان اور محبوب کی خوشنودی کے لیے اپنا تمام مال قربان کر دیا۔ حدیث پڑھیے اور عظمت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اندازہ فرمایئے۔

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال: سمعت عمر بن الخطاب یقول امرنا رسول اللّٰہ ﷺ ان نتصدق، فوافق ذٰلک عندی مالا فقلت: الیوم اسبق ابابکر ان سبقتہ یوما، قال: فجئت بنصف مالی فقال رسول اللّٰہ ﷺ "ما ابقیت لا ھلک؟ قلت مثلہ واتٰی ابو بکر بکل ما عندہ فقال ﷺ ما ابقیت لا ھلک؟ قال ابقیت لھم اللّٰہ ورسولہ، قلت لا اسبقہ اِلٰی شیء ابدا.

(جامع ترمذی: ابواب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر، رقم الحدیث:3675 دارالمعرفہ بیروت......سنن ابوداؤد: کتاب الزکوٰۃ، باب فی الرخصۃ فی ذلک، رقم الحدیث:1678، دارالسلام ریاض......سنن دارمی: رقم الحدیث:1660......المستدرک: رقم الحدیث:1510......مسند البزار: رقم الحدیث:270......السنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث:7563......حلیۃ الاولیاء: جلد1 صفحہ:32)

ترجمہ: "حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی مکرم ﷺ نے ہمیں صدقہ دینے (یعنی غزوۂ تبوک میں) کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس حکم کی تعمیل میں میرے پاس مال بھی تھا اور میں نے اپنے دل میں کہا: اگر میں ابوبکر صدیق

(رضی اللہ عنہ) پر کسی دن سبقت لے جا سکتا ہوں تو وہ آج کا دن ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہو گیا۔ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے عرض کی: اتنا ہی مال ان کے لیے چھوڑ کر آیا ہوں۔ (یعنی آدھا مال) پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا کل سامان لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: میں ان سے کسی شے میں آگے نہ بڑھ سکوں گا۔"

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابن عمر، قال: کنت عند النبی ﷺ و عندہ ابوبکر الصدیق و علیہ عبائۃ قد خللها فی صدرہ بخلال فنزل علیہ جبریل فقال: یا محمد مالی اری ابابکر علیہ عبائۃ قد خللها فی صدرہ؟ فقال: یا جبریل انفق مالہ علی: قال فان اللّٰہ عزوجل یقراء علیک السلام و یقول قل لہ "اراض انت فی فقرک ھذا ام ساخط؟ فقال رسول اللّٰہ ﷺ یا ابابکر! ان اللّٰہ عزوجل یقراء علیک السلام و یقول لک "اراض انت عنی فی فقرک ھذا ام ساخط؟ فقال ابوبکرء اسخط علی ربی؟ انا عن ربی راض، انا عن

ربی راض. انا عن ربی راض.

(حلیۃ الاولیاء: جلد7 صفحہ:105......صفۃ الصفوۃ: جلد1 صفحہ:250......الریاض النضرۃ: جلد2 صفحہ:20......تفسیر ابن کثیر: جلد4 صفحہ:308)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا اور آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حال میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے عباء پہنی ہوئی تھی جس کو اپنے سینے پر لکڑی سے جوڑا ہوا تھا اس وقت حضور اقدس ﷺ پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: ''اے محمد! میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عباء پہن کر اسے اپنے سینے پر ٹانکا ہوا ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جبریل! انہوں نے اپنا سارا مال مجھ پر خرچ کر ڈالا ہے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے کہا: اللہ رب العزت آپ کو سلام فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ ابوبکر سے کہیں: کیا تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ رب العزت تم پر سلام فرماتے ہیں اور تمہیں ارشاد فرماتے ہیں: کیا تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا میں اپنے رب کریم پر ناراض ہوں گا؟ میں اپنے رب (عزوجل) سے راضی ہوں، میں اپنے رب (عزوجل) سے راضی ہوں، میں اپنے رب (عزوجل) سے راضی ہوں۔''

ان دونوں احادیث میں غور کرنے سے چند امور معلوم ہوئے:

1- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی عبقری شخصیت کا اعتراف و اقرار کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر معاملے میں مجھ پر سبقت لے جاتے ہیں اور غزوۂ تبوک میں مال دار ہونے کے باوجود بھی وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سبقت نہ لے جا سکے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قسام ازل نے سبقت اور اولیت کا تاج سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سرِ انور پر سجا دیا ہے۔

2- آج کوئی بہت بڑا بھی اسلام کی راہ میں خرچ کرنے والا ہو تو وہ اپنی کمائی میں سے ایک معین اور محدود حصہ خرچ کرتا ہے، کیونکہ اسے اپنی بیوی بچوں کی فکر بھی دامن گیر ہوتی ہے۔ لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے عشق و محبت میں کچھ اس طرح سرشار ہو چکے تھے کہ ان تمام افکار سے بے نیاز ہو کر اپنی کل متاع شجر اسلام کی آبیاری کے لیے محبوب کے قدموں میں نچھاور کر دی۔ اس سے بڑھ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے محبِ صادق ہونے کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟

3- ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمر سے فرمایا: "ما بینکما ما بین کلمتیکما" تم دونوں کے کلمات میں جتنا فرق ہے۔ (یعنی حضرت عمر نے عرض کی: میں آدھا مال گھر میں رکھ کر آیا ہوں اور حضرت صدیق نے عرض کی کہ میں کل مال آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوں اور گھر میں اللہ اور اس کے رسول باقی ہیں) اس قدر تمہارے درجات و مراتب میں فرق ہے۔ اور حضرت عمر کی شخصیت وہ شخصیت ہے جس کے متعلق حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

"ان اللّٰہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبه".

(سنن ترمذی: ابواب المناقب، رقم الحدیث:3682، دار المعرفه بیروت)

ترجمہ: ''بے شک اللہ عزوجل نے عمر کی زبان اور دل پر حق کو ڈال دیا ہے۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

لو کان نبی بعدی لکان عمر.

(سنن ترمذی: ابواب المناقب، رقم الحدیث:، 3686، دار المعرفہ بیروت)

ترجمہ: ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔''

مزید ارشاد فرمایا:

قد کان یکون فی الامم محدثون، فان یکن فی امتی احد فعمر ابن الخطاب.

(سنن ترمذی: ابواب المناقب، رقم الحدیث:3693، دار المعرفہ بیروت)

ترجمہ: ''پہلی امتوں میں محدث (یعنی جن پر الہام کیا جاتا ہے) ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) ہیں۔''

سو جو اس قدر ذی وجاہت اور ذی عظمت شخصیت ہیں اگر وہ بھی مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی برابری نہ کرسکیں تو کسی اور کی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ برابری کیسے متصور ہوسکتی ہے؟

4۔ اللہ رب العزت نے حضرت صدیق کی اس قربانی اور بے مثل ایثار پر آپ کو سلام فرمایا اور یہ آپ کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

5۔ نیز اللہ جل مجدہ نے پوچھا: اے صدیق! اس حال میں تو راضی ہے کہ ناراض کہ کبھی تو میری خاطر اپنا سب مال قربان کرتا ہے۔ کبھی تو غار میں میرے محبوب کی نیند پر اپنی جان قربان کرتا ہے۔ اس حال میں مجھ سے ناراض تو نہیں؟ تو شاید یہ سن کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وجد میں آگئے ہوں گے

کہ وہ جو خالق کائنات، مالک کائنات، احکم الحاکمین اور بے نیاز ہے جس کی رضا ہر ایک کا مطلوب ومقصود ہے وہ مجھ سے پوچھتا ہے کہ تو اس حال میں راضی ہے یا ناراض؟ عرض کی: مالک میں تجھ سے کس طرح ناراض ہو سکتا ہوں کہ دن رات مجھے تیرے حبیب ﷺ کی کچہری، معیت اور رفاقت نصیب رہتی ہے۔ دنیا جن کے جمال جہاں آرا کو دیکھنے کے لیے ترستی اور تڑپتی ہے۔ مجھے ہر وقت ان کے رخ انور، رخ زیبا کی زیارت نصیب رہتی ہے۔ کیا تیرے اتنے کرم اور احسان کے باوجود بھی میں تجھ سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ بلکہ اے میرے رب میں تجھ پر راضی ہوں۔ میں تجھ سے راضی ہوں۔ میں تجھ سے راضی ہوں۔''

سو معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مدنی دور میں تقریباً ہر مرحلہ میں حضور اقدس ﷺ کی معیت میں رہے۔ بلکہ مدینہ میں بطور خاص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مغرب کے بعد سے رات گئے تک حضور اقدس ﷺ کے ساتھ مجلس ہوا کرتی تھی ملاحظہ فرمائیں۔

(صحیح بخاری: کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب السمر مع الاھل والضیف، رقم الحدیث:602، دار الکتب العربی بیروت......صحیح مسلم : کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف، رقم الحدیث: 5465، دار الکتب العربی بیروت......سنن ابی داؤد : رقم الحدیث:3270...... مسند احمد:1726-1734)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہجر و فراق

حضور اقدس ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں رفاقت اور صحبت کے بعد ایک ایسا مرحلہ آیا۔ جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہجر و فراق سے دوچار ہونا پڑا اور وہ مرحلہ محبوب کریم ﷺ کے وصال اقدس کا ہے۔ جس محب صادق کو جمال محبوب کے بغیر سکون و چین میسر نہ آتا ہو۔ جو ہر مرحلہ میں حضور اقدس ﷺ کا رفیق خاص رہا ہو۔ جس نے اپنا گھر، مال، کنبہ حتیٰ کہ جان تک محبوب کے لیے قربان کر دی ہو۔ اس محب صادق کے لیے ایسے محبوب کا ہجر و فراق کیونکر قابل برداشت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے وصال مبارک کا تصور کر کے ہی تڑپ اٹھتے اور گریہ و بکا شروع فرما دیتے۔

حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی سعید الخدری، قال: خطب النبی ﷺ فقال "ان اللّٰہ خیر عبدا بین الدنیا و بین ما عندہ فاختار ما عنداللّٰہ. فبکی ابوبکر رضی الله عنه فقلت فی نفسی: ما یبکی هذا الشیخ ان یکن اللّٰہ خیر عبدا بین الدنیا و بین ما عندہ، فاختار ما عنداللّٰہ؟ فکان رسول اللّٰہ و هو العبد، و کان ابوبکر اعلمنا قال: یا ابابکر لا تبک، ان امن الناس علی فی صحبته وماله ابوبکر، ولو کنت متخذا

خلیلا من امتی لا تخذت ابابکر، ولکن اخوة الاسلام و مودته، لا یبقین فی المسجد باب الاسد، الاباب ابی بکر.

(صحیح بخاری : کتاب الصلوٰۃ، باب الخوخة والممر فی المسجد، رقم الحدیث: 466، دارالکتب العربی، بیروت......صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: 6120، دارالکتب العربی بیروت......سنن ترمذی: کتاب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: 3680، دارالمعرفه بیروت)

ترجمہ: ''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نبی مکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ جل مجدہ نے ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں اختیار دے دیا ہے۔ پس اس بندے نے اس کو اختیار کیا جو اللہ کے پاس ہے۔ (یہ سن کر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ (ترمذی کی روایت میں لفظ ہیں کہ آپ نے عرض کی: **فدیناک یا رسول اللہ بآبائنا و امھاتنا**. یا رسول اللہ! ہم اور ہمارے آباء و امہات آپ پر قربان ہو جائیں) (حضرت ابو سعید) کہتے ہیں: میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس بزرگ کو کس چیز نے رلایا اگر اللہ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں اختیار دیا ہے اور اس بندے نے اس کے پاس والی چیز کو اختیار کر لیا ہے۔ (تو اس میں رونے والی کیا بات ہے) (لیکن غور و تامل سے معلوم ہوا) کہ وہ بندے رسول اللہ ﷺ ہیں۔ حضرت ابوبکر

ہم سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ پس نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر نہ رو، بے شک لوگوں میں اپنے مال اور صحبت کے ساتھ سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا ابوبکر ہے۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔ لیکن اسلامی بھائی چارہ اور محبت ہے۔ مسجد میں تمام دروازے بند کر دیئے جائیں ماسوائے ابوبکر کے دروازے کے۔''

قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فقط مجمل انداز میں حضور اقدس ﷺ کے وصال مبارک کا سنا تو تڑپ اٹھے اور رونے لگ گئے۔ حالانکہ ابھی حضور اقدس ﷺ نگاہوں کے سامنے حیات ظاہری کے ساتھ موجود ہیں۔ اب آپ کی کیفیت یہ ہے تو جب جانِ عالم سرور کائنات ﷺ کا وصال مبارک ہوگیا تو اس وقت حضرت صدیق کے ہجر وفراق، سوز وگداز اور تڑپنے پھڑکنے کی کیفیت کیا ہوگی؟ چنانچہ روایات سے ثابت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب کبھی خلوت وتنہائی میں محبوب کریم ﷺ کی صحبت ومجلس اور محبوب کی رعنائی و زیبائی اور بے مثل حسن و جمال کو یاد کرتے تو ماہی بے آب اور مرغ نسبل کی طرح تڑپتے تھے۔ آنکھوں سے بے تابانہ آنسوؤں کا سیل رواں جاری ہو جاتا۔ آپ کے حلق مبارک سے دھواں نکلنے لگ جاتا۔ یہاں تک کہ آپ کے وصال مبارک کا سبب بھی یہ بنا کہ آپ حضور اقدس ﷺ کے ہجر وفراق کی تاب نہ لا سکے اور جان، جان آفریں کے سپرد کر کے اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ واصل ہو گئے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

''سیف و حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موت کا اصل سبب رسول اکرم ﷺ کی وفات تھی اس صدمہ سے آپ کا جسم گھلنے لگا اور یہی آپ

کی وفات کا باعث ہوا۔" (تاریخ الخلفاء صفحہ:219)

پروانے کو شمع اور بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

مذکورہ حدیث میں غور کرنے سے چند مزید امور معلوم ہوئے:

1- تمام صحابہ میں سب سے زیادہ عارف رسول اور شناسائے مزاجِ رسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ کیونکہ تمام صحابہ حضور اقدس ﷺ کے فرمان کی تہہ میں بغیر تامل و تفکر نہ پہنچ سکے۔ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سنتے ہی سمجھ گئے کہ حضور اقدس ﷺ اب ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں اور اپنے وصال مبارک کا اعلان فرما رہے ہیں۔

2- غالباً یہ حضور اقدس ﷺ کی حیات ظاہری کا آخری خطبہ تھا اور جس کا موضوع تھا شان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ گویا کہ حضور اقدس ﷺ آخری وقت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور آپ کے حق عظمت کو بیان کر کے آپ کی خلافت کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔

3- حضور اقدس ﷺ کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کہ حقیقت میں حضور اقدس ﷺ کا احسان تھا کہ سرکار ﷺ نے حضرت صدیق کو شرف صحبت و معیت عطا فرمایا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مال کو قبول فرمایا لیکن آقا فرماتے ہیں کہ یہ ابوبکر کا مجھ پر احسان ہے کہ اس نے مجھ پر اپنا مال خرچ کیا اور زندگی کے ہر مرحلے پر میرے ساتھ رہا۔ آقا کا حق ہے کہ وہ اپنے غلام کے بارے میں جو انداز محبت اختیار کرے۔

4- خلیل اسے کہتے ہیں کہ جس کی طرف بندہ اس قدر متوجہ ہو جائے کہ خانہ دل میں اس کے ماسوا کا خیال باقی نہ رہے۔ جو تمام تر قلبی توجہات کا مرکز و محور بن جائے۔ آقا کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ جل مجدہ کے بعد میں کسی کو

اپنا خلیل بناتا یعنی وہ میری تمام تر توجہ کا مرکز و محور بن جاتا تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن ایسی خلت اور محبت فقط اللہ جل مجدہ کے لیے ہے۔

5- مسجد میں تمام دروازے بند کر دیئے جائیں ماسوائے ابوبکر کے دروازے کے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس حدیث میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مزار میں رفاقت و معیت

"عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال لما حضرت ابابکر الوفاة اقعدنی عند راسه و قال لی یا علی اذا انا مِتُّ فغسلنی بالکف الذی غسلت به رسول الله ﷺ و حنطونی و اذهبوا بی الی البیت الذی فیه رسول الله ﷺ فاستاذنوا فان رایتم الباب قد یفتح فادخلوا لی والافردونی الی مقابر المسلمین حتٰی یحکم الله بین عباده قال فغسل و کفن و کنت اول من یاذن الی الباب فقلت: یا رسول الله ﷺ هذا ابوبکر مستاذن فراء یت الباب قد تفتح و سمعت قائلا یقول "ادخلوا الحبیب الی الحبیب فان الحبیب الی الحبیب مشتاق"

(الخصائص الکبریٰ: جلد 2 صفحہ: 492......السیرۃ الحلبیہ: جلد 3 صفحہ: 493......تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر: جلد30 صفحہ:436)

ترجمہ: "حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھے اپنے سرہانے بٹھایا اور فرمایا: اے علی! جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اس ہاتھ سے غسل دینا جس سے تم نے

رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا تھا اور مجھے خوشبو لگانا اور مجھے حضور اقدس ﷺ کی قبر انور کے پاس لے جانا، اگر تم دیکھو کہ (حجرہ مبارکہ) کا دروازہ کھول دیا گیا ہے تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ واپس لا کر عامۃ المسلمین کے قبرستان میں دفن کر دینا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو غسل اور کفن دیا گیا اور میں نے سب سے پہلے روضہ رسول ﷺ کے دروازے پر پہنچ کر اجازت طلب کی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوبکر آپ سے داخلہ کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ روضہ اقدس ﷺ کا دروازہ کھول دیا گیا اور آواز آئی حبیب کو اس کے حبیب کے ساتھ ملا دو۔ بے شک حبیب ملاقات حبیب کے لیے مشتاق ہے۔"

قارئین کرام! یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وہ فضیلت اور عظمت ہے جس میں پوری امت کا کوئی ایک فرد بشر آپ کا شریک نہیں۔ لاریب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر انور بھی مزار اقدس ﷺ کے احاطہ میں ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضور اقدس ﷺ کی قبر انور کے درمیان حضرت صدیق کی قبر کا واسطہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک براہ راست حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے ساتھ نہیں یہ سعادت اگر کسی کو نصیب ہے کہ براہ راست اور بغیر واسطہ کے ان کی قبر حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے ساتھ ہے تو وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سلام ہو آپ کی عظمتوں پر اے یارِ غار و مزار! کہ آج دنیا جن کی قبر انور کی ایک جھلک دیکھنے کو ترستی و تڑپتی ہے اور شرق و غرب سے لوگ کشاں کشاں جس خطہ مقدس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ وہ قبر جہاں قدسیان فلک ہمہ وقت مشغول صلوٰۃ و

سلام رہتے ہیں۔ جو مہبط انوار الٰہیہ اور توجہات الٰہی عزوجل کا مرکز ومحور ہے جہاں ہر وقت انوار وتجلیات کی بارش ہوتی ہے۔ ہر وقت سحاب کرم ورحمت برستا رہتا ہے، وہ جگہ جو عرش معلیٰ سے افضل ہے۔ اس مقام پر آپ کو حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تاقیامت رفاقت نصیب رہے گی۔

یہاں عظمت صدیقی کا ایک لطیف نکتہ سمجھ لیں کہ انسان نے جس جگہ پر دفن ہونا ہوتا ہے۔ اسی جگہ کی مٹی کے ساتھ انسان کے بدن کا خمیر تیار کیا جاتا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے پہلو میں دفن ہیں۔ جس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے جس جگہ کی مٹی کے ساتھ اپنے حبیب کرم ﷺ کے پیکر بشری اور آپ کے بدن مبارک کی تشکیل فرمائی اسی مٹی کے ساتھ رب العزت نے آپ کے یارِ غار کے بدن کی بھی تشکیل فرمائی اوز احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے بدن مبارک کو عام مٹی سے نہیں بلکہ جنت کی مٹی سے پیدا فرمایا۔ چنانچہ یہ حدیث بہت مشہور ہے:

عن ابی هریره رضی الله عنه، عن النبی ﷺ قال "ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة و منبری علی حوضی"

(صحیح بخاری: کتاب فضائل الصلوٰة فی مسجد مکة والمدینة، باب فضل ما بین القبر والمنبر، رقم الحدیث: 1196-1195 دارالکتب العربی بیروت......صحیح مسلم: کتاب الحج، باب ما بین القبر والمنبر روضة من ریاض الجنة، رقم الحدیث: 3368 تا 3370 دارالکتب العربی بیروت......سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب فی فضل المدینة، رقم الحدیث: 3916-3915 دارالمعرفه بیروت......سنن کبریٰ: 4290، مسند البزار: 1195......المعجم الاوسط:98......مشکل الآثار:2873......مسند احمد:7424)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے

فرمایا: میرے گھر سے میرے منبر تک کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔"

امام نیشا پوری "شرف المصطفیٰ" میں نقل فرماتے ہیں کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کو پیدا کرنا چاہا، تو اس مقام پر جہاں آج کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور ہے وہاں ایک جنت کا باغ منتقل کرنے کا حکم فرمایا اور پھر اس جنت کی مٹی کی ساتھ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کو ترتیب دیا، اور جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اس ریاض الجنۃ والی مٹی سے بنائے گئے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بدن بھی اللہ رب العزت نے جنت کی مٹی سے بنائے ہیں۔

وقت حشر رفاقت پر دلیل

قیامت تک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی قربت میں اور آپ کے پہلو میں رہیں گے اور قیامت کے دن اس شان کے ساتھ اٹھیں گے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ، حضور اقدس ﷺ کے دستِ مبارک میں ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

"عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ خرج ذات یوم و دخل المسجد و ابوبکر و عمر، احدھما عن یمینہٖ والأخر عن شمالہ وھو اٰخذ بایدیھما، وقال "ھکذا نبعث یوم القیامۃ"

(سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: 3669 دار المعرفہ بیروت......سنن ابی ماجہ: فی المقدمۃ، باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: 99 دار السلام ریاض......المستدرک: رقم الحدیث: 7746......فضائل الصحابۃ: رقم: 221......الریاض النضرۃ، جلد 1 صفحہ: 331......تاریخ بغداد: 2228)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی

اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک آپ ﷺ کے دائیں جانب تھے اور دوسرے بائیں جانب اور حضور نبی مکرم ﷺ نے ان دونوں کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ہم قیامت کے روز اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "اول من تنشق عنہ الارض انا، ثم ابوبکر، ثم عمر، ثم اتی اھل البقیع، فتنشق عنھم فابعث بینھم.

(المستدرک: رقم الحدیث:4429-4428...... فضائل الصحابۃ: رقم:507)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے پہلے جس سے زمین پھٹے گی وہ میں ہوں پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے، پھر عمر (رضی اللہ عنہ) سے، پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا تو ان سے زمین شق ہوگی پھر میں ان سب کے درمیان اٹھایا جاؤں گا۔"

قارئین! آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ، حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک میں دیکھیں گے تو عظمتِ صدیق کا کیسا نقش ان کے قلوب میں مرتسم ہوگا؟

حوضِ کوثر پر معیت

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، ان رسول اللہ ﷺ قال: لابی بکر رضی اللہ عنہ انت صاحبی علی الحوض و صاحبی فی الغار.

سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: 3670، دار المعرفہ بیروت......الریاض النضرۃ: جلد2 صفحہ: 72......تھذیب الاسماء للنووی: جلد2 صفحہ:478)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: آپ حوض (کوثر) پر میرے ساتھی ہیں اور غار (ثور) میں بھی میرے ساتھی ہیں۔''

یعنی اس غار والی رفاقت اور قربانی کا صلہ حضور اقدس ﷺ قیامت کے دن یہ مرحمت فرمائیں گے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حوض کوثر پر اپنے ساتھ رکھیں گے۔ اس فرمان مقدس کو چشم عبرت سے پڑھیں وہ لوگ جن کے سینے بغض صدیق رضی اللہ عنہ سے پھٹنے کو ہیں اور جو دن رات آپ پر تبرا اور لعن طعن کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا، سورج سوا نیزے پر ہوگا لوگ پسینے میں شرابور ہوں گے، پچاس ہزار سال کا دن ہوگا، زبانیں کانٹے کی طرح پیاس سے سوکھ کر باہر آ

جائیں گی، اس وقت ہر کوئی ٹھنڈے پانی کا متلاشی ہو گا۔ تو پانی ملنے کی ایک ہی جا ہو گی اور وہ حوض کوثر ہے اور نبی مکرم ﷺ اپنے اس حوض پر اپنے یارِ غار کو اپنے ساتھ رکھیں گے۔ تو کیا ایسے بدنہاد لوگ یہ امید کر سکتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بغض کے ساتھ حوض کوثر پر وارد ہوں اور نبی مکرم ﷺ انہیں اپنے حوض کا پانی پلا دیں۔

حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

جنت میں شان صدیق اکبر و معیت مصطفوی ﷺ

نبی مکرم ﷺ نے بارہا اپنے محبوب صحابی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی، اور واضح فرمایا کہ جب آپ جنت میں داخل ہوں گے تو ایک نرالی شان اور انفرادی حیثیت سے داخل ہوں گے۔ قدسیان فلک آپ کے استقبال کو حاضر ہوں گے ہر طرف سے ''مرحبا یا صدیق'' کے نعرے بلند ہو رہے ہوں گے اللہ جل مجدہ کے خاص الطاف و اکرام کا آپ پر نزول ہو گا اور جنت الفردوس میں آپ کو نبی مکرم ﷺ کی دائمی، ابدی، باقی اور غیر فانی رفاقت، معیت اور قربت نصیب ہو گی۔ اس دعویٰ پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

1- ''حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضور اقدس ﷺ کی دربانی کے فرائض انجام دیئے اور نبی کریم ﷺ بئر اریس میں تشریف فرما تھے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہونے کے لیے دروازے پر دستک دی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا ابوبکر! میں نے کہا: ٹھہریں پھر میں بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! یہ ابوبکر ہیں حاضر خدمت ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ائذن له و بشره بالجنة.

ترجمہ: ''انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی خوشخبری سناؤ۔''

میں نے آگے بڑھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ اندر آ جائیے اور رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور رسول ﷺ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔

(صحیح بخاری : کتاب المناقب: رقم الحدیث: 3674، دار الکتب العربی......صحیح بخاری : اطراف الحدیث: 7262,7098,6216,3695,3693...... صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنه، رقم الحدیث: 3710 دار المعرفه بیروت......السنن الکبری: رقم الحدیث: 8131......المعجم الاوسط: 2095)

2- عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ "من اصبح منکم الیوم صائما؟ قال ابوبکر: انا قال: فمن تبع منکم الیوم جنازة؟ قال ابوبکر: انا قال: فمن اطعم منکم الیوم مسکینا؟ قال ابوبکر: انا قال: فمن عاد منکم الیوم مریضا؟ قال ابوبکر: انا فقال رسول اللہ ﷺ ماجتمعن فی امرء اِلا دخل الجنة".

(صحیح مسلم : کتاب الزکوٰة، باب فضل من ضم الی الصدقة غیرها من اعمال البر، رقم الحدیث:2374...... السنن الکبری: رقم الحدیث:8107...... شعب الایمان:9199...... فضائل الصحابة للنسائی: رقم الحدیث:6، الریاض النضرة: جلد2 صفحہ:92)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج کے دن تم سے کون روزہ دار ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج کے دن تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا ہے؟ حضرت ابوبکر نے عرض کی: میں۔ پھر آپ نے فرمایا: آج کے دن تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکر

نے عرض کی: میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آج کے دن تم میں سے کس نے بیمار کی عیادت (تیمارداری) کی؟ ابوبکر صدیق ﷺ نے عرض کی: میں نے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس میں یہ باتیں جمع ہوں وہ ضرور جنت میں جائے گا۔"

3- عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ: "ابوبکر فی الجنة، و عمر فی الجنة و عثمان فی الجنة و علی فی الجنة وطلحة فی الجنة والزبیر فی الجنة و عبدالرحمٰن بن عوف فی الجنة، و سعد فی الجنة و سعید فی الجنة و ابو عبیدة بن الجراح فی الجنة.

(سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب مناقب عبدالرحمٰن بن عوف رضی الله عنه، رقم الحدیث: 3747 دارالمعرفه بیروت......سنن ابن ماجه : المقدمة باب فضائل العشرة، رقم الحدیث: 133 دارالسلام ریاض، سنن ابی داؤد: کتاب السنة، باب فی الخلفاء، رقم الحدیث: 4649......السنن الکبریٰ: رقم8194...... مسند احمد : رقم الحدیث: 1675...... صحیح ابن حبان : رقم الحدیث: 7002......مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث :835...... المستدرک: رقم الحدیث: 5858......مسند الطیالسی : رقم236......مصنف ابن ابی شیبه : رقم:31953...... المعجم الاوسط: رقم:4374)

ترجمہ: "حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے، طلحہ جنتی ہے، زبیر جنتی ہے، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہے، سعد جنتی ہے، سعید جنتی ہے اور ابوعبیدہ بن الجراح جنتی ہے۔"

4۔ عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یطلع علیکم رجل من اهل الجنة، فاطلع ابوبکر فسلم ثم جلس.

(سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: 3694 دارالمعرفه بیروت......المستدرک: رقم الحدیث: 4443، المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 10343......مجمع الزوائد: جلد9 صفحه: 117......الریاض النضرة: جلد 1 صفحه:329)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل جنت میں سے ایک شخص تم پر ظاہر ہو گا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے، پس آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔''

5۔ عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ قال مشیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذبحت لنا شاة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیدخلن رجل من اهل الجنة فدخل ابوبکر رضی اللہ عنہ.

(مسند احمد: رقم الحدیث:15201-14590، مصنف ابن ابی شیبه: رقم الحدیث:31952...... المستدرک : رقم الحدیث: 4661......المعجم الاوسط : رقم الحدیث: 7897......المسند للطیالسی: رقم الحدیث: 1674)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابیہ کے گھر گیا اس نے ہمارے لیے بکری ذبح کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ابھی یہاں) اہل جنت میں سے ایک شخص داخل ہو گا، پس تھوڑی دیر بعد حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔"

6- عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: اتانی جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فاخذ بیدی فارانی باب الجنۃ الذی تدخل منہ امتی، فقال ابوبکر: یا رسول اللّٰہ ﷺ! وددت انی کنت معک حتٰی انظر الیہ، فقال رسول اللّٰہ ﷺ: اما انک یا ابابکر! اول من یدخل الجنۃ من امتی.

(سنن ابوداؤد: کتاب السنۃ، باب فی الخلفاء، رقم الحدیث: 4652...... دارالسلام ریاض......المعجم الاوسط : رقم الحدیث: 2594...... المستدرک: رقم الحدیث: 4444...... تاریخ بغداد: جلد5 صفحہ:434)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا، پھر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہو گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے پسند ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہوتا تاکہ میں بھی جنت کا دروازہ دیکھتا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اے ابوبکر! تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔"

7- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس امت میں سب سے پہلے جس کو اس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے گا وہ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) ہیں اور اس کی شعاع، سورج کی شعاع کی طرح ہو گی پس عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ابوبکر کہاں ہوں گے؟ آپ

نے فرمایا:

زفته الملائكة الى الجنان.

(رواه خطيب فى تاريخه: جلد1 صفحه:202، التذكرة)

ترجمہ: ''ابوبکر کو تو ملائکہ بہت پہلے جنت کی طرف لے جا چکے ہوں گے۔''
(آپ کی اولیت کی طرف اشارہ ہے)

8- عن ابى هريرة رضى الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من انفق زوجين من شيء من الاشياء فى سبيل الله دعى من ابواب يعنى الجنة يا عبدالله هٰذا خير، فمن كان من اهل الصلٰوة دعى من باب الصلٰوة، ومن كان من اهل الجهاد دعى من باب الجهاد، ومن كان من اهل الصدقة دعى من باب الصدقة، ومن كان من اهل الصيام دعى من باب الصيام، وباب الريان. فقال ابوبكر: ما علٰى هذا الذى يدعٰى من تلك الابواب من ضرورة، وقال: هل يدعى منها كلها احد يا رسول الله ﷺ. قال: نعم وارجوان تكون منهم يا ابوبكر.

(صحيح بخارى: كتاب الصوم، باب الريان للصائمين، رقم الحديث: 1898 دارالكتب العربى بيروت......صحيح بخارى: اطراف الحديث: 3666,3216,2841...... صحيح مسلم: كتاب الزكوٰة، باب: فضل من ضم الى الصدقة غيرها من اعمال البر، رقم الحديث: 2373,2371 دارالكتب العربى بيروت......سنن الترمذى: كتاب المناقب باب فى مناقب ابى بكر و عمر رضى الله عنه، رقم الحديث: 3674 دارالمعرفه......سنن النسائى: كتاب الزكوٰة، باب وجوب الزكوٰة: رقم الحديث: 2438 دارالسلام رياض—مصنف عبدالرزاق: 20052......صحيح ابن خزيمه: 2480......صحيح ابن حبان: 3419......شرح السنة: 1635......سنن بيهقى: جلد ■ صفحه: 171......مسند احمد: 7633)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ عزوجل کی راہ میں ایک جوڑا خرچ کرے گا اس کو جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے! یہ خیر ہے۔ پس جو شخص نمازیوں میں سے ہو گا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا، جو شخص مجاہدوں میں سے ہو گا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا، اور جو شخص اہل صدقہ میں سے ہو گا اس کو باب الصدقۃ سے بلایا جائے گا۔ اور جو روزہ داروں سے ہوگا اسے روزہ کے دروازے اور ریان کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! (آپ پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں) اگر کسی کو ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازہ سے بلایا جائے تو وہ بھی بہت اچھا ہے لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہو گا جس کو تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور اے ابوبکر! مجھے امید ہے کہ تم انہیں میں سے ہو گے۔''

شارح صحیح بخاری و مسلم، مفسر قرآن حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ ان کو سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اس کی توضیح اس طرح ہے کہ جس شخص نے نماز کے شعبہ میں سب سے زیادہ نمازیں پڑھیں ہوں گی، تو اس شعبہ میں اس کی اول پوزیشن ہو گی۔ اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جس نے صدقہ کے شعبہ میں اول پوزیشن حاصل کی ہو گی اس کو باب الصدقۃ سے بلایا جائے گا، اور

جس نے روزہ کے شعبہ میں اول پوزیشن حاصل کی ہو گی اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا، اور تنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسے ہوں گے جنہوں نے عبادت کے تمام شعبوں میں اول پوزیشن حاصل کی ہو گی۔ اس لیے ان کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔"

(نعمۃ الباری شرح صحیح بخاری: جلد4 صفحہ:376 فرید بک سٹال، لاہور)

9- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک ایسا شخص داخل ہو گا، جس سے ہر گھر والے اور ہر بالا خانے والے کہیں گے: مرحبا، مرحبا، ہمارے پاس آئیں، ہمارے پاس آئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! وہ شخص کتنا کامیاب اور سرخرو ہو گا؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! وہ تم ہو گے۔"

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:6867......المعجم الکبیر: رقم الحدیث:11166...... المعجم الاوسط: رقم الحدیث:485)

10- عن علی رضی اللّٰہ عنہ عن النبی ﷺ، قال ابوبکر و عمر سیدا کھول اھل الجنة من الاولین والأخرین، ما خلا النبین والمرسلین، لا تخبرھما یا علی.

(سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث:3666، دارالمعرفہ بیروت......سنن ابی ماجہ: فی المقدمة باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث:95، دارالمعرفہ بیروت......مسند احمد: رقم الحدیث:602، مصنف ابن ابی شیبہ: 31941...... مسند ابو یعلی: 533...... مسند البزار: 831...... المعجم الاوسط: رقم الحدیث:1348...... سیر اعلام النبلاء: جلد15 صفحہ:343)

ترجمہ: "حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت کرتے ہیں کہ حضور

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) انبیاء و مرسلین کے علاوہ اولین و آخرین میں تمام عمر رسیدہ جنتیوں کے سردار ہیں۔ اے علی (رضی اللہ عنہ)! ان دونوں کو خبر نہ دینا۔"

11- عن ابی سعید قال: قال رسول اللہ ﷺ ان اھل الدرجات العلٰی لیراھم من تحتھم، کما ترون النجم الطالع فی افق السمآء، و ان ابابکر و عمر منھم و انعما.

(سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: 3658، دارالمعرفہ بیروت......سنن ابی ماجہ : المقدمۃ، رقم الحدیث:96 دارالسلام، ریاض...... مسند ابو یعلی : رقم الحدیث: 1178-1299......مصنف ابن ابی شیبہ:31925...... المعجم الاوسط:3427...... مسند الحمیدی:755)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعلٰی اور بلند درجات والوں کو نچلے درجات والے ایسے دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق پر طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو اور بے شک ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) ان (بلند درجات والوں) میں سے ہیں اور نہایت اچھے ہیں۔"

12- عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ: یا ابابکر! اعطاک اللّٰہ الرضوان الاکبر. فقال لہ بعض القوم: وما الرضوان الاکبر یا رسول اللّٰہ! قال یتجلی اللّٰہ لعبادہٖ فی الاٰخرۃ عامۃ ویتجلی لابی بکر خاصۃ.

(المستدرک: رقم الحدیث: 4463...... حلیۃ الاولیاء: جلد5 صفحہ: 12...... الریاض النضرۃ: جلد2 صفحہ: 76...... تاریخ بغداد: جلد12 صفحہ: 19...... تاریخ دمشق: جلد30 صفحہ: 161)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! اللہ رب العزت نے تمہیں رضوان اکبر عطا فرمائی ہے۔ لوگوں میں سے کسی نے بارگاہ نبوت میں عرض کی: یارسول اللہ! رضوان اکبر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت آخرت میں اپنے بندوں کے لیے عمومی تجلی فرمائے گا اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے لیے خصوصی تجلی فرمائے گا۔'' (بعض علماء نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور بعض نے موضوع کہا ہے۔ واللہ اعلم)

13- نیز اس سے قبل آپ نے غار والی حدیث میں حضور اقدس ﷺ کے یہ دعائیہ کلمات پڑھے:

رفع رسول اللّٰہ ﷺ یدیہ و قال اللھم اجعل ابابکر معی فی درجتی یوم القیامۃ، فاوحی اللّٰہ عزوجل الیہ ان اللّٰہ تعالٰی قد استجاب لک.

(حلیۃ الاولیاء: جلد1 صفحہ: 33...... صفۃ الصفوۃ: جلد 1 صفحہ: 240...... الریاض النضرۃ: جلد1 صفحہ: 451...... دلائل النبوۃ للبیھقی: جلد 2 صفحہ: 477...... سیرت ابن ھشام: جلد 2 صفحہ: 99...... البدایۃ والنھایۃ: جلد2 صفحہ: 563...... الدر المنثور: جلد 4 صفحہ: 198...... مختصر تاریخ دمشق: جلد 13 صفحہ: 55...... سبل الھدیٰ والرشاد: جلد3 صفحہ: 240)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے اور دعا کی: ''اے اللہ! ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو قیامت کے دن میرے

ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی کہ اس نے آپ کی دعا کو قبول فرما لیا ہے۔"

قارئین! آپ نے دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کس شان کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔ ہر دروازے پر آپ کے استقبال کے لیے ملائکہ کھڑے ہوں گے۔ ہر جہت سے آپ کو "مرحبا" کہا جائے گا۔ سب لوگ حساب و کتاب میں ہوں گے اور آپ جمیع امم سے پہلے خصوصی اکرام و اعزاز کے ساتھ جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے اللہ رب العزت آپ کے لیے تجلی خاص فرمائے گا اور ابدالآباد تک حضور نبی مکرم ﷺ کے خصوصی درجہ میں کریم آقا ﷺ کی دائمی رفاقت کا شرف آپ کو نصیب ہو گا۔

یہاں تک آپ پر یہ بات واضح ہو گئی کہ جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ واحد خوش نصیب شخصیت اور صحابی ہیں کہ جنہیں سب سے زیادہ کریم آقا ﷺ کی رفاقت و معیت کا فیض نصیب ہوا۔ جن کو حضور اقدس ﷺ کی معیت میں فنائیت تامہ کاملہ نصیب تھی۔ باقی تمام صحابہ کی صحبت و معیت ایک مخصوص و محدود دائرے تک ہے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت و معیت حدود کے تعین سے نا آشنا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید نے اسی صحبت خاص و معیت تامہ کی وجہ سے آپ کا ذکر وصف صحابیت اور صاحب معیت ہونے کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔ (التوبة: 40)

ترجمہ: "دو میں سے دوسرا، جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے صحابی سے فرما رہے تھے تو غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

نیز ارشاد ربانی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝

(الفتح: 29)

ترجمہ: ''محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو ان کی معیت کے حامل ہیں، کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی صفت توریت میں ہے، اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی، پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تا کہ ان سے کافروں کی دل جلیں، اللہ نے وعدہ فرمایا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔''

بعض علماء نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا کہ

''والذین معه.'' سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

''اشدآء علی الکفار'' سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

''رحمآء بینهم'' سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

''رکعا سجدا'' سے مراد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کے ذکر سے اقتران

ابھی آپ نے پڑھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جسمانی اور روحانی طور پر سب سے زیادہ نبی مکرم ﷺ کی معیت اور رفاقت حاصل تھی۔ اب یہ بھی سمجھ لیں کہ بکثرت احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ بالعموم اپنے نام کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کو ذکر کرتے تھے، اور واقعتاً اقتضائے محبت بھی یہی ہے کہ "مَنْ احب شیئا اکثر ذکرہ" بندہ جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے، اور آپ نے حدیث میں پڑھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے سب سے زیادہ محبوب صحابی ہیں اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ بکثرت مجالس میں اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام ذکر کرتے اور یہ حضور اقدس ﷺ کی آپ سے محبت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور نبی مکرم ﷺ کے انداز ہائے محبت کو باقاعدہ ایک باب میں ذکر کریں گے سر دست یہاں حضرت صدیق کے ذکر کا، حضور نبی کریم ﷺ کے ذکر کے ساتھ مقترن ہونے پر چند دلائل ملاحظہ کریں۔

1- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے، وہ ان کے حق میں دعا کرتے، تحسین آمیز کلمات کہتے اور جنازہ اٹھائے جانے سے بھی پہلے ان پر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے، میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے گھبرا کر مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمایا: (اے عمر رضی اللہ عنہ!) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو۔

"و ایم اللّٰہ، ان کنت لا ظن ان یجعلک اللّٰہ مع صاحبیک و ذاک انی اکثر اسمع رسول اللّٰہ ﷺ یقول جئت انا و ابوبکر و عمر، و دخلت انا و ابوبکر و عمر، خرجت انا و ابوبکر و عمر، فان کنت لا رجو ان یجعلک اللّٰہ معھما وفی روایۃ.

کنت و ابوبکر و عمر، وفعلت و ابوبکر و عمر، و انطلقت و ابوبکر و عمر.

(صحیح بخاری: کتاب المناقب باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: 3677-3685 دارالکتب العربی بیروت......صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عمر رضی اللّٰہ عنہ، رقم الحدیث: 6187-6188، دارالکتب العربی بیروت......سنن ابن ماجہ: المقدمۃ باب فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: 98 دارالسلام ریاض......مسند احمد: رقم الحدیث: 898......المستدرک: رقم الحدیث: 4427)

ترجمہ: "خدا (عزوجل) کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں رفیقوں (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دے گا، کیونکہ میں حضور نبی مکرم ﷺ سے بہ بکثرت یہ سنتا تھا: میں اور ابوبکر و عمر آئے، میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے، میں اور ابوبکر و عمر نکلے، اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو (اسی طرح) آپ کے دونوں رفیقوں کے ساتھ رکھے گا"۔

اور ایک روایت کے لفظ ہیں:

''میں اور ابوبکر و عمر ہیں، میں نے اور ابوبکر و عمر نے کام کیا، میں اور ابوبکر و عمر چلے۔''

یہ روایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اگرچہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں مروی ہے، لیکن اسی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تعلق بالرسول ﷺ بطریق اولیٰ ثابت ہوا، کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نام کے بعد لیا اور اپنے ساتھ فقط حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذکر کو مقترن رکھا۔

2- عن اسد بن زرارة رضی الله عنه قال: رایت رسول الله ﷺ خطب الناس فالتفت التفاتاً فلم یر ابوبکر، فقال رسول الله ﷺ ابوبکر، ابوبکر. ان روح القدس جبریل علیه السلام اخبرنی انفا ان خیر امتک بعدک ابوبکر الصدیق.

(المعجم الاوسط للطبرانی: جلد6 صفحہ:292، رقم الحدیث:6448)

ترجمہ: ''حضرت اسد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے توجہ فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے تو آپ ﷺ نے پکارا: ابوبکر! ابوبکر! روح القدس جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میں سے میرے بعد سب سے بہتر ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہیں۔''

3- عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال بینما رجل

راکب علی بقرة التفت الیه، فقالت لم اخلق لهٰذا، خلقت للحراثة قال اٰمنت بہ انا و ابوبکر و عمر، و اخذ الذئبُ شاة فتبعها الراعی، فقال الذئب من لها یوم السبع یوم لا راعی لها غیری، قال اٰمنتُ بہ انا ابوبکر و عمر، قال ابو سلمة وما هما یومئذ فی القوم.

(صحیح بخاری: کتاب المزراعة، باب استعمال البقر للحراثة، رقم الحدیث: 2324 دار الکتب العربی بیروت......صحیح بخاری: اطراف الحدیث: 3471-3663-3690...... صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ، رقم الحدیث: 6136 دار الکتب العربی......سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللّٰہ عنهما، رقم الحدیث: 3677-3695 دار المعرفه بیروت......مسند الحمیدی: 1054......شرح السنة: 3889......سنن کبریٰ: 8111......صحیح ابن حبان: 6485......الادب المفرد: 902......مسند احمد: 7351 جلد12 صفحه:305)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جس وقت ایک شخص گائے کے اوپر سوار تھا تو اس نے مڑ کر اس سوار سے کہا: میں اس لیے نہیں پیدا کی گئی ہوں میں تو صرف ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس پر میں ایمان لایا اور ابوبکر و عمر۔ (نیز فرمایا) ایک بھیڑیے نے ایک بکری کو پکڑ لیا تو چرواہے نے اس کا پیچھا کیا، تب بھیڑیے نے کہا: درندوں کے دن اس بکری کا کون محافظ ہوگا، جس دن اس بکری کا میرے سوا کوئی محافظ نہیں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اس پر میں ایمان لیا اور ابوبکر و عمر۔ حضرت ابوسلمہ نے فرمایا: ”اس دن وہ دونوں صحابہ آپ ﷺ کی مجلس میں موجود نہیں تھے۔“

اس حدیث سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ناموں کو مقترن رکھا۔ وہاں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنے ان دونوں ساتھیوں کے ایمان و ایقان پر اس قدر کامل یقین و رسوخ تھا کہ باوجودیکہ وہ مجلس میں نہیں تھے لیکن آپ نے ظاہر فرما دیا کہ اگر وہ دونوں میری اس بات کو سنیں تو یقیناً وہ ایمان لائیں گے۔

4- ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انگوٹھی دی کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھوا لاؤ۔ انگوٹھی پر محض اللہ کا نام ہو رسول کا نام نہ ہو عقل محض نے یہ مان لیا، مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مزاج عشق نہ مانا چنانچہ آپ اللہ رب العزت کے نام کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کا نام بھی لکھوا کر لائے۔ جب انگوٹھی حضور نبی مکرم ﷺ کے پاس پہنچی تو اس پر اللہ (عزوجل) محمد (ﷺ) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) لکھا ہوا تھا۔ پوچھا: تمہیں تو صرف اللہ کا نام لکھانے کو کہا تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کا نام تو میں نے لکھایا ہے۔ کیونکہ مجھے پسند نہ آیا کہ میں اللہ (عزوجل) کے نام سے آپ کا نام جدا کر دوں۔ اپنا نام میں نے نہیں لکھوایا۔ سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی کہ اللہ جل مجدہٗ فرماتا ہے: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ہم نے لکھایا ہے، ابوبکر کو ہمارے نام سے آپ کے نام کی جدائی پسند نہیں اور ہمیں آپ کے نام سے ابوبکر کے نام کا فراق ناپسند ہے۔''

(التفسیر الکبیر: جلد1 صفحہ:87 دارالفکر البیروت)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
حضور اقدس ﷺ کی صفات کے مظہر کامل

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی صفات کے مظہر کامل تھے، اس ضمن میں اگرچہ ہجرت اور صلح حدیبیہ کے حوالے سے دو واقعات گزر چکے ہیں۔ لیکن ایک حوالہ مزید یہاں بھی ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو بار نبوت سے آپ کے قلب اطہر میں طبعی اضطراب لاحق ہوا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

واللّٰہ ما یخزیک اللّٰہ ابدا انک لتصل الرحم و تحمل الکلّ و تکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین علٰی نوائب الحق.

(صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ ﷺ، رقم الحدیث:3 دارالکتب العربی، بیروت)

ترجمہ: ''خدا (عزوجل) کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز شرمندہ نہ کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزور دل کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کی مدد کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور مصیبت زدہ

لوگوں کے کام آتے ہیں۔"

اور ایک موقع پر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کفار کی سختیوں سے تنگ آ کر مکہ چھوڑنے لگے اور عزم ہجرت سے روانہ ہونے لگے تو ابن دغنہ نے آپ کا راستہ روک لیا اور کہنے لگا:

ان مثلک لا یخرج ولا یخرج فانک تکسب المعدوم و تصل الرحم و تحمل الکل و تقری الضیف و تعین علیٰ نوائب الحق.

(صحیح بخاری: کتاب الکفالۃ، باب جوار ابی بکر فی عھد النبی ﷺ، رقم الحدیث: 2297 دار الکتب العربی، بیروت)

ترجمہ: "آپ جیسے شخص کو یہاں سے نہ جانا چاہئے نہ ہم اسے جانے دیں گے، کیونکہ آپ ناداروں کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے ہیں۔"

غور فرمائیں! حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس ﷺ کی جن پانچ صفات کا ذکر کیا تھا، ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بھی وہی پانچ صفات بیان کی ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ دیکھنے والوں کو حضرت ابوبکر کی شخصیت میں حضور اقدس ﷺ کی سیرت دکھائی دیتی تھی۔ تبھی تو وہ دونوں کی صفات کا بیان متن واحد کے ساتھ کیا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب محبت درجہ کمال پر ہو تو طبیعت، طبیعت میں اور مزاج، مزاج میں ڈھل جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں اپنا کچھ نہیں رہا تھا۔ رنگ و روپ، جمال و کمال سب رسول اللہ ﷺ کا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایک آئینہ تھی۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا عکس نظر آتا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیتوں میں کس قدر قوی ارتباط تھا یہ کچھ وہی لوگ جان سکتے ہیں جو انہیں دیکھنے والے تھے۔

امت کے سب سے بڑے متقی

اللہ رب العزت نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى. الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى. وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى. اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى. وَلَسَوْفَ يَرْضٰى. (اللیل: 21-17)

ترجمہ: ''اور عنقریب دوزخ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے کو بہت دور رکھا جائے گا۔ جو اپنا مال اپنے باطن کو پاک کرنے کے لیے دیتا ہے۔ اور اس پر کسی کا کوئی (دنیاوی) احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر اس کا مال دینا صرف رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہے۔ اور عنقریب اس کا رب ضرور راضی ہوگا۔''

اہل سنت کے جمیع مفسرین اور اصحاب سیر و تاریخ کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیں:

''تفسیر امام ابن ابی حاتم: جلد 10 صفحہ: 3441، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ......جامع البیان: جز 30 صفحہ: 280، دار الفکر بیروت......مجمع الزوائد: جلد 7 صفحہ: 138......مسند البزار: رقم

الحدیث: 2209...... السیرة النبوة: جلد 1 صفحه: 355-354 دار احیاء التراث العربی بیروت......معالم التنزیل: جلد 5 صفحه: 264، دار احیاء التراث العربی بیروت......التفسیر الکبیر: جلد 11 صفحه: 188 دار الفکر بیروت."

شان نزول

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے پڑھا کہ مکی زندگی میں کفار نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ ہر ممکن طریقہ سے جو اذیت ان سے بن پڑتی وہ مسلمانوں کو پہنچاتے۔ ان ستم رسیدہ اور مظلوم مسلمانوں میں سرفہرست حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے دین پر استقامت اور صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس قدر تکلیفیں برداشت کیں کہ جن کے تصور سے ہی انسان لرزہ خیز ہو جاتا ہے۔ آپ کا آقا امیہ بن خلف ایک ظالم، خونخوار، وحشی اور اسلام دشمن آدمی تھا جب آپ نے قبولیت اسلام کا اعلان فرمایا، تو اس نے آپ کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے آوارہ لڑکوں کے حوالے کیا۔ جب دھوپ خوب گرم ہو جاتی تو آپ کو مکہ کی پتھریلی زمین پر لٹا کر گھسیٹا جاتا۔ پھر آپ کے سینہ پر وزنی پتھر رکھا جاتا اور امیہ کہتا تم جب تک مرو گے نہیں میں تم کو یونہی عذاب دیتا رہوں گا ورنہ تم محمد کے رسول ہونے کا انکار کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس آزمائش کی حالت میں پکارتے اَحد اَحد (یعنی اللہ واحد ہے، اللہ واحد ہے)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرے اس حال میں کہ انہیں سخت اذیت پہنچائی جا رہی تھی اور وہ زبان سے اَحد اَحد پکار رہے تھے۔

تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سینجیک اَحَد اَحَد.

''عنقریب اللہ واحد تمہیں نجات دے گا۔''

چنانچہ نبی مکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عذاب کی کیفیت سے مطلع کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کرنے کی طرف ترغیب دی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی ذاتی جیب سے بڑی خطیر رقم (بعض روایات میں ہے کہ ایک رطل سونا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے آقا امیہ کو دے کر آپ کو خریدا اور خرید کر آزاد کر دیا۔ کفار مکہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے معاملہ فہم تاجر، اور دانشور نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسا حبشی غلام بڑی خطیر رقم میں خرید کر آزاد کیا تو انہوں نے اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلوص قلب اور جانثاری کو تنقید کو نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ یقیناً حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) پر بلال (رضی اللہ عنہ) کا کوئی سابقہ احسان تھا جس کا بدلہ دینے کے لیے آپ نے اتنی خطیر رقم خرچ کی ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اخلاص، ایثار اور جانثاری کی تصدیق فرماتے ہوئے کفار کے اعتراضات کی تردید کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان کا دفاع فرمایا اور قرآن مجید کی سورۃ اللیل کو نازل فرمایا۔

(التفسیر الکبیر: جلد 11 صفحہ:192، دارالفکر البیروت.....السیرۃ النبویہ: جلد1 صفحہ:354 وعامہ کتب سیر و تواریخ)

عظمتِ صدیق رضی اللہ عنہ کے چند نکات

آیت کریمہ اور اس کے شان نزول میں غور کرنے سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت اور علو مرتبت کے چند نکات معلوم ہوئے:

1- شان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دفاع کرنا اللہ رب العزت کی سنت

ہے۔ کیونکہ کفار نے آپ کی آبروریزی کی اور آپ کے اخلاص پر اعتراض کیا تو اللہ رب العزت نے خود اپنا کلام نازل فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس اعتراض کو دور فرمایا اور یقیناً یہ آپ کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ حضور اقدس ﷺ کی سنت مبارک پر عمل کرنے سے فتنہ میں سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ سو اگر کوئی بندہ خدا اس پرفتن دور میں جب کہ صریح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بڑا سخت تبرا کیا جاتا ہے۔ آپ کی آبروریزی اور آپ پر لعن طعن کیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عزت و ناموس کا دفاع کرے اور دلائل کے ساتھ آپ کی عظمت کو بیان کرے تو اسے اللہ رب العزت کی سنت پر عمل کرنے سے کتنا بڑا اجر وثواب کا ذخیرہ ملے گا۔

-2 اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر وارد ہونے والے اعتراض کی تردید بعد میں فرمائی پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان کو بیان فرمایا۔ چنانچہ آیت کا آغاز اس جملے سے نہیں کیا:

"وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى".

بلکہ آیت کا آغاز آپ کی شان تقویٰ اور افضلیت کے بیان سے کیا۔ اس انداز تردید میں جو لطافت و معنویت کارفرما ہے اس کا ادراک صرف صاحبان ذوق و محبت ہی کر سکتے ہیں جیسا کہ سورۃ "والضحیٰ" میں اللہ رب العزت نے پہلے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی عظمت کو بیان فرمایا اور بعد میں اس اعتراض کی تردید کی کہ "اللہ رب العزت نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔" اور فرمایا: "وما ودعک ربک وما قلی" اسی طرح اللہ رب العزت نے کفار کے اعتراض کا جواب بعد میں دیا پہلے آپ کی عظمت کو بیان فرمایا۔ گویا کہ باری تعالیٰ کی طرف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلب کو تسلی دی گئی کہ

اے صدیق! اگر کفار تمہاری ذات پر اعتراض کرتے ہیں تو تم ان کی طرف نہ دیکھو تم میری طرف دیکھو کہ میں ساری کائنات و موجودات، اور تمام مخلوقات کا خالق، مالک اور رازق ہوں۔ ساری مخلوق کا مقصود و مطلوب و مذکور ہوں۔ تم مجھے دیکھو کہ میں تمہاری شان کو بیان فرما رہا ہوں۔ یہ انداز تردید غم و پریشانی کو دور کرنے میں ایک عجب تاثیر رکھتا ہے۔

3- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض کرنا کفار و مشرکین کا طریقہ ہے۔ اور "من تشبہ بقوم فھو منھم" جو جس قوم کی مشابہت کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔ اس لیے فقہاء کے نزدیک جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرے وہ کافر ہے۔

من سب الشیخین او طعن فیھما فقد کفر.

(البحر الرائق : جلد5 صفحہ: 128......غنیۃ المستملی: صفحہ: 48......فتاویٰ عالمگیری: جلد1 صفحہ:264)

ترجمہ: "جو شیخین یعنی حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما پر سب و شتم کرے یا طعن کرے وہ کافر ہے۔"

لیکن بڑا تعجب ہے علمائے دیوبند کے بانی اسلام کے ثانی جن کی زبان سے حق بات کے سوا کچھ نہیں نکلتا یعنی رشید احمد گنگوہی اس نے حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والے کی تکفیر تو کجا اس کے اہل سنت سے خارج ہونے کا انکار کر دیا۔ فیاللعجب۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

"جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ گناہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔"

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ:298)

نیز لکھا:

”بندہ بھی ان (یعنی شیعہ) کی تکفیر نہیں کرتا۔“

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ:264)

لیکن حیرت و تعجب کی بات ہے کہ صحابہ کی تکفیر کرنے والا سنت جماعت سے بھی خارج نہیں اور کافر بھی نہیں لیکن اسماعیل دہلوی صاحبِ تقویۃ الایمان پر اعتراض کرنے والا اور اس کی تکفیر کرنے والا کافر ہے۔ چنانچہ:

”ایسے شخص کو مردود کہنا خود مردود ہونا ہے اور ایسے مقبول (اسماعیل دہلوی) کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ:193)

یعنی اسماعیل دہلوی کا مقام تمام صحابہ بلکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اونچا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ سپاہ صحابہ کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے۔

4- قرآن مجید کی نص قطعی سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یقینی طور پر جہنم سے آزاد ہیں۔ اس پر مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

”لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ“ O

(الحدید: 10)

ترجمہ: ”تم میں برابر نہیں، وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا، اور ان سب سے اللہ نے حسنیٰ کا وعدہ فرما دیا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے O“

قرآن مجید نے صحابہ کرام کو مراتب کے اعتبار سے دو حصوں میں منقسم کیا۔ ایک وہ جو فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے اور جہاد کرنے والے ہیں اور دوسرے وہ جو فتح مکہ کے بعد خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے ہیں۔ لازمی بات ہے کہ ان میں فرق مراتب ضروری ہے۔ لہٰذا فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں کا مقام بہت اونچا ہے لیکن ان تمام سے اللہ رب العزت نے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا ہے، اور آپ پر دلائل کے ساتھ واضح ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے، خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والوں میں شامل ہیں۔ لہٰذا قرآن کی نص قطعی سے ''حسنیٰ'' کا وعدہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بطریق اولیٰ شامل ہے۔ اب پڑھیئے کہ جن سے اللہ نے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان کا آخرت میں مقام کیا ہوگا؟ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ ۙ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ۝ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ۖ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝

(الانبیاء: 103-101)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہمارا ''حسنیٰ'' کا وعدہ ہو چکا ہے۔ وہ جہنم سے بہت دور رکھے جائیں گے ۝ وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے ۝ انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا ۝''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ کا وعدہ

فرمایا ہے۔ انہیں جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور یقیناً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بھی یہی شان ہے۔ جس پر چند دلائل پہلے گزر چکے ہیں۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہا، ان ابابکر دخل علٰی رسول اللّٰہ فقال: انت عتیق اللّٰہ من النار فیومئذ سمی عتیقا.

(سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث:3679، دار المعرفہ بیروت......جامع الاصول: رقم الحدیث:6403)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دوزخ سے اللہ کے عتیق (یعنی آزاد کردہ) ہو (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) پس اس دن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عتیق پڑ گیا۔''

5- اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ''اتقی'' یعنی سب سے بڑا متقی قرار دیا۔ اگر اللہ رب العزت کسی کو فقط متقی ہی قرار دے تو یہ بھی اس کی بہت فضیلت و عظمت کی دلیل ہے۔ کیونکہ حقیقی متقی اور قابل تحسین و توصیف پرہیز گار تو وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ متقی قرار دے اور پھر وہ ہر اس نعمت و احسان اور فضل و کرم کا مستحق ہے جس کا اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے کئی مقامات پر متقی لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ مثلاً ارشاد ربانی ہے:

1- وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَO (البقرۃ: 194)

ترجمہ: ''اور اچھی طرح جان لو بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہےO''

2- فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَO (آلِ عمران: 76)

ترجمہ: ”پس بے شک اللہ، متقین سے محبت فرماتا ہےo“

3- وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَo

(الِ عمران: 173)

ترجمہ: ”بے شک متقی لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گےo“

4- اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍo (ھود: 49)

ترجمہ: ”بے شک متقی لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گےo“

5- اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَo (ھود: 49)

ترجمہ: ”بے شک حسن انجام متقین کے لیے ہےo“

6- لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآؤُنَ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَo (ھود: 49)

ترجمہ: ”ان کے لیے جنت میں ہر وہ چیز ہو گی جو وہ چاہیں گے اسی طرح اللہ متقی لوگوں کو جزا دیتا ہےo“

7- وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَo (الشعرآء: 90)

ترجمہ: ”اور جنت متقین سے قریب کر دی جائے گیo“

8- وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَo (الجاثیۃ: 19)

ترجمہ: ”اور اللہ متقی لوگوں کا ولی (یعنی کارساز و مددگار) ہےo“

9- وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِo (البقرۃ: 212)

ترجمہ: ”اور متقی لوگ، قیامت کے دن ان سے بلند ہوں گےo“

10- لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ o (الِ عمران: 172)

ترجمہ: ”ان میں سے جو نیکی کرنے والے اور متقی ہیں ان کے لیے بہت بڑا اجر ہےo“

11- وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّاo ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّاo

ترجمہ: ''اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔ تمہارے رب کے ذمہ یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہےO پھر ہم متقی لوگوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرےO''

یہ بطور نمونہ چند آیات ہیں وگرنہ پورا قرآن متقین کی تعریف و توصیف، اور حسن وعدۂ جزا کے ساتھ مملوء ہے۔ کیونکہ متقی لوگ ہی فی الحقیقت قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ تو آپ یہاں سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب ایک عام متقی کا یہ مقام ہے کہ اسے معیت الٰہی عزوجل نصیب ہے۔ وہ محبوب خدا عزوجل بھی ہے اور اس کے ساتھ حسن عاقبت اور جنت کے اعلیٰ مقامات اور جہنم سے برأت ونجات کا وعدہ بھی ہے۔ تو وہ تاجدار صداقت جو کو قرآن کی نص قطعی نے صرف متقی نہیں بلکہ متقین کا سردار قرار دیا ہے۔ ان کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کتنا بلند ہے۔

6- ''الاتقٰی'' میں تفضیلِ کل ہے اور اللہ رب العزت نے اس کو مطلق بغیر قید کے بیان فرمایا ہے اور قاعدہ یہ ہے:

المطلق یجری علٰی اطلاقه و المقید علٰی تقییده.

ترجمہ: ''قرآن کا مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوگا اور مقید اپنی تقیید پر۔''

جس کا مفاد یہ ہے کہ اس ساری امت میں سب سے زیادہ تقویٰ، پرہیزگاری اور خداخوفی کے حامل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور جب یہ امت جمیع امم ماضیہ سے افضل ہے، تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بعد الانبیاء والمرسلین اتقی الخلق کے منصب پر فائز ہوئے۔

7- ''اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِنْ اَوْلِیَآءُ وٗهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَO (الانفال: 34)

ترجمہ: ''اللہ کے ولی نہیں ہیں مگر متقی۔''

سو جب متقی ہی اللہ کے ولی ہیں، اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صرف

متقی نہیں بلکہ ''اتقیٰ'' ہیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نہ صرف اس امت کے بلکہ سابقہ تمام امتیوں سے رب العزت کے سب سے بڑے ولی ہیں۔

8- ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌo

(الحجرات: 13)

ترجمہ: ''بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں ''اتقیٰ'' یعنی سب سے بڑا متقی ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہےo''

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو ''اتقیٰ'' ہے وہ ''اکرم'' بھی ہے۔ ''کم'' ضمیر میں مخاطب جمیع امت محمدیہ ﷺ ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے امت محمدیہ! بلاشبہ تم میں بہت سے اللہ کی بارگاہ میں صاحبان تکریم، ذی وجاہت اور علومرتبت کے حامل ہوئے۔ لیکن اس تمام امت میں جس کو سب سے زیادہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تکریم، عزت، وجاہت، کرامت، بزرگی، منزلت اور علومرتبت نصیب ہوئی وہ تم میں ''اتقیٰ'' یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عن ابن عمر رضی الله عنه قال خرج علینا رسول الله ﷺ ذات غداة بعد طلوع الشمس فقال رایت قبیل الفجر کانی أُعطِیتُ المقالید والموازین فاما المقالید فهذه المفاتیح واما الموازین فهذه التی تزنون بها فَوُضِعْتُ فی کَفة وَوُضِعَتْ امتی فی کفة فوزنت بهم فرجحت ثم جیء بابی بکر فوزن بهم فوزن ثم جیء بعمر فوزن بهم فوزن ثم جیء بعثمان فوزن بهم ثم رفعت.

(مسند احمد (مسند عبداللّٰہ بن عمر) جلد 3 صفحہ: 265، رقم الحدیث: 5598، دار الکتب العلمیۃ بیروت...... مجمع الزوائد: جلد 9 صفحہ: 58، وقال الھیثمی رجالہ ثقات...... مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 31960)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صبح طلوعِ شمس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں نے فجر سے کچھ دیر پہلے (خواب میں) دیکھا گویا کہ مجھے مقالید اور موازین دیئے گئے پس بہرحال مقالید تو وہ یہ چابیاں ہیں اور بہرحال موازین تو وہ یہ (ترازو) ہیں جس کے ساتھ تم وزن کرتے ہو۔ پس مجھے ایک پلڑے میں رکھا گیا اور میری امت کو دوسرے پلڑے میں پھر میرا ان کے ساتھ وزن کیا گیا تو میرا وزن زیادہ ہو گیا (مراد ہے مقام و مرتبہ کی برتری اور بلندی) پھر ابوبکر کو لایا گیا اور اس کا میری تمام امت کے ساتھ وزن کیا گیا۔ تو ابوبکر کا وزن زیادہ ہوا (یعنی حضرت ابوبکر کا مقام جمیع امت سے بلند ہے) پھر عمر کو لایا گیا اور عمر کا وزن کیا گیا تو عمر کا وزن ان سے زیادہ ہوا پھر عثمان کو لایا گیا اور عثمان کا وزن کیا گیا اور پھر ترازو اٹھا لی گئی۔''

عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا عمار، اتانی جبریل آنفاً فقلت: یا جبریل حَدِّثْنِیْ بفضائل عمر بن الخطاب فی السمآء فقال: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لو حدثتک بفضائل عمر مثل ما لبث نوح فی قومہ الف سنۃ الا خمسین عاما ما نفدت فضائل عمر، وان عمر لحسنۃ من حسنات ابی بکر.

مسند ابو یعلیٰ: جلد3 صفحہ:179، رقم الحدیث: 1603...... معجم الاوسط: جلد2 صفحہ:158، رقم الحدیث: 1570......مسند الرویانی: رقم:1342......مسند الفردوس الدیلمی: جلد5 صفحہ:383، رقم الحدیث:8499)

ترجمہ: ''حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے عمار! ابھی میرے پاس جرائیل امین علیہ السلام آئے تھے اور میں نے ان سے پوچھا: اے جرائیل! مجھے آسمان والوں میں عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں بتاؤ۔ حضرت جرائیل علیہ السلام نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر میں آپ کو اتنی مدت تک حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے فضائل بیان کرتا رہوں جتنی مدت حضرت نوح علیہ السلام زمین پر (تبلیغ کرتے) رہے یعنی نو سو پچاس برس، تب بھی عمر (رضی اللہ عنہ) کے فضائل ختم نہیں ہوں گے اور بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔'' (بعض علماء نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے)۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تقویٰ کی چند مثالیں

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت کے متعلق مستخرجہ نکات کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ آیت میں چونکہ آپ کو سب سے بڑا متقی قرار دیا گیا ہے لہٰذا ضمناً آپ کے تقویٰ کی بھی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

1- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے ادب و تعظیم میں فنا تھے (جس پر تفصیلی دلائل انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں نقل کیے جائیں گے) اس لیے آپ جب حضور اقدس ﷺ سے کلام کرتے تو آواز کو بہت پست رکھتے تھے چونکہ بارگاہ نبوت میں آواز کو اونچا کرنا بھی بے ادبی اور حبط ایمان و اعمال کا موجب ہے۔ اللہ رب العزت کو آپ کی یہ ادا اور طرز ادب اس قدر پسند آیا کہ قرآن مجید کی آیت نازل فرما کے آپ کے طرز عمل کی تحسین فرمائی اور آپ کو تقویٰ و پرہیزگاری کی سند عطا کی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (الحجرات: 3 پارہ 26)

ترجمہ: ”بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس۔ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔ ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۝“

2- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جلال الٰہی عزوجل اور عظمت الٰہی عزوجل کی بناء پر اس قدر گریہ و زاری اور آہ و بکا کرتے کہ مشرکین کی عورتیں اور بچے

تماشائی بن کر آپ کو دیکھتے اور آپ کی حالت سے متاثر ہو جاتے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: (طویل حدیث روایت کرنے کے بعد)

طفق ابوبکر یعبد ربه فی داره، ولا یستعلن بالصلوة، ولا القراءة فی غیر داره، ثم بدالابی بکر، فابتنی مسجدا بفناء داره و برز فکان یصلی فیه، ویقراء القراٰن، فیتقصف علیه نساء المشرکین و ابناؤهم، یعجبون و ینظرون الیه، وکان ابوبکر رجلا بکاء، لا یملک دمعه حین یقراء القراٰن.

(صحیح بخاری: کتاب الکفالة، باب جار ابی بکر فی عهد النبی ﷺ، رقم الحدیث: 2297، دار الکتب العربی)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکر اپنے گھر میں اپنے رب کریم عزوجل کی عبادت کرنے لگے اور اعلانیہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے گھر کے علاوہ قرآن پڑھتے تھے۔ پھر حضرت ابوبکر کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا لی اور اعلانیہ نماز پڑھنے لگے، اور بآواز بلند قرآن مجید پڑھنے لگے۔ سو مشرکین کی عورتوں اور ان کے بچوں کا (ان کو دیکھنے کے لیے) اژدھام ہو جاتا، وہ تعجب سے ان کو دیکھتے تھے اور حضرت ابوبکر، بہت گریہ کرنے والے تھے، وہ قرآن مجید پڑھتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو روک نہیں سکتے تھے۔''

حدیث میں لفظ ہے، ''بَکّاء'' اور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کثرت کے ساتھ اللہ رب العزت کی خشیت میں گریہ و زاری کرتے۔

قلبی سوز وگداز اور رقت کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری رہتا۔ اب ایک حدیث یہ بھی پڑھ لیں کہ خشیت الٰہی عزوجل میں آہ و بکا کرنے والوں کا مرتبہ کیا ہے؟

عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه ﷺ: لا یلج النار رجل بکی من خشیة اللّٰه، حتی یعود اللبن فی الضرع، ولا یجتمع غبار فی سبیل اللّٰه و دخان جهنم. قال ابو عیسٰی هذا حدیث حسن صحیح.

سنن الترمذی: کتاب الزهد، باب ما جآء فی فضل البکاء من خشیة اللّٰه، رقم الحدیث: 2311 دارالمعرفه بیروت......سنن النسائی: کتاب الجهاد، باب فضل من عمل فی سبیل اللّٰه علٰی قدمه، رقم الحدیث: 3108-3107 دارالسلام ریاض......سنن ابن ماجه : کتاب الجهاد، باب الخروج فی النفیر، رقم الحدیث: 2774 دارالسلام ریاض......مسند احمد: 10838)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم رسول محتشم ﷺ نے فرمایا: جہنم میں وہ آدمی داخل نہیں ہوگا جو اللہ عزوجل کی خشیت میں رویا یہاں تک کہ دودھ کھیری میں لوٹ جائے۔ (یہ تعلیق بالمحال ہے یعنی جس طرح نکلا ہوا دودھ تھنوں میں واپس لوٹنا ناممکن ہے اسی طرح خشیت الٰہی عزوجل میں رونے والے کا جہنم میں جانا ناممکن ہے) اور اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

3- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کے لیے کما کر لاتا تھا۔ ایک رات وہ آپ کے لیے طعام لے کر آیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ کھا لیا۔ غلام نے کہا:

کیا وجہ ہے کہ آپ ہر رات مجھ سے سوال کرتے تھے کہ یہ کہاں سے لائے ہو؟ آج آپ نے سوال نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: میں بھوک کی شدت کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکا۔ تم یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا: میں زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا اور میں نے منتر پڑھ کر ان کا علاج کیا تھا، انہوں نے مجھ سے معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا، آج جب میرا وہاں سے گزر ہوا تو وہاں شادی تھی تو انہوں نے اس میں سے مجھے یہ طعام دیا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: تم نے مجھے ہلاک کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر اپنے حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے لگے، اور چونکہ خالی پیٹ میں وہ لقمہ کھایا گیا تھا، وہ نکل نہیں رہا تھا، ان سے کہا گیا کہ بغیر پانی پیئے یہ لقمہ نہیں نکلے گا، پھر پانی کا پیالہ منگایا گیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پانی پیتے رہے، اور اس لقمہ کو نکالنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ آپ نے ایک لقمہ کی وجہ سے اتنی مشقت اٹھائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسم کا جو حصہ مال حرام سے بنا ہے وہ دوزخ کا زیادہ مستحق ہے۔ پس مجھے یہ خوف ہوا کہ میرے جسم کا کوئی حصہ اس لقمہ سے بن جائے گا۔

(الجامع الصغیر: رقم الحدیث:6292......کنز العمال: رقم الحدیث:9259......حلیۃ الاولیاء: جلد1 صفحہ: 65......اتحاف السادۃ المتقین: جلد5 صفحہ: 226......صفوۃ الصفوۃ: جلد1 صفحہ:111......مکتبہ نزار مصطفی ریاض)

4- روی ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ رای ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ وھو یمد لسانہ بیدہٖ فقال: ما تصنع یا خلیفۃ رسول اللہ؟ قال، ھذا اوردنی الموارد.

(احیاء العلوم الدین: جلد3 صفحہ:134، کتاب آفات اللسان: مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: ''حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ اپنے دست مبارک سے اپنی زبان مبارک کو کھینچ رہے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! آپ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا: اس زبان نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈالا ہے۔''

یہ آپ کے تقویٰ کی چند مثالیں ہیں۔ اس کے بعد پھر سلسلہ نکات کو شروع کرتے ہیں۔

9- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلبی ایثار، اخلاص، للّٰہیت اور بے نفسی پر دلیل کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: "الا ابتغاء وجه ربه الا علیٰ" کہ صدیق فقط اپنے رب اعلیٰ کی رضا چاہتا ہے۔ یعنی نگاہ نبوت کے فیض سے، اور حضور اقدس ﷺ کے تزکیہ نفس فرمانے سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قلب اطہر اس قدر مزکی ومجلی ہو چکا ہے کہ اس دل میں غیر کا خیال تک پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس قلب کا مقصود ومطلوب فقط خالق کائنات جل مجدہ کی رضا وخوشنودی کو چاہنا ہے۔ صدیق نہ جاہ کا طالب ہے اور نہ منصب کا، وہ جو شجر دین کی آبیاری کے لیے، غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اس قدر خطیر رقم خرچ کرتا ہے اور اس کا منشا فقط یہی ہے کہ اس کا رب اس سے راضی ہو جائے۔ چنانچہ مروی ہے:

عن عامر بن عبداللّٰه بن الزبير عن ابيه قال قال ابو قحافة لابي بكر اراک تعتق رقابا ضعافا فلو انک اذ فعلت ما فعلت اعتقت رجالا جلدا يمنعوک و يقومون دونک فقال ابوبكر يا ابت انی انما اريدما اريدلما نزلت

هذه الآيات فيه. (فاما من اعطى و اتقى و صدق بالحسنى، فسنيسره لليسرىٰ) إلىٰ قوله عزوجل (وما لاحد عنده من نعمة تجزى إلا إبتغاء وجه ربه الاعلىٰ ولسوف يرضىٰ)

(المستدرک: رقم الحدیث: 3942......فضائل الصحابة: رقم66......الریاض النضرة: جلد2 صفحه:102......السیرۃ النبویہ لابن هشام: جلد2 صفحه:161).

ترجمہ: ''حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد) ابو قحافہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور غلاموں کو آزاد کرواتے ہو، تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ تنومند اور قوی غلاموں کو آزاد کرواؤ تاکہ وہ تمہاری حفاظت کرسکیں اور تمہاری خاطر لڑسکیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اباجان! میرا مقصد وہ ہے جو ان آیات میں ہے (پس جس نے دیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور اس نے اچھائی کی تصدیق کی تو ہم عنقریب اسے آسانی کے لیے سہولت فراہم کردیں گے) سے لے کر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک (اور کسی کا اس پر احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جارہا ہو مگر وہ صرف اپنے رب اعلیٰ کی رضاجوئی کے لیے (مال خرچ کررہا ہے) اور عنقریب وہ راضی ہوجائے گا)''

-10 ''ربہ الاعلیٰ'' میں ''ہ'' ضمیر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہے۔ جس میں اللہ رب العزت نے اپنی ربوبیت کی اضافت ونسبت حضرت صدیق کی طرف فرمائی یعنی ابوبکر کا

رب، اور یہ آپ کی عظمت کی بہت بڑی اور واضح دلیل ہے۔

11- اللہ رب العزت نے فرمایا: "ولسوف یرضیٰ" اور عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔ بعض علماء کا قول یہ ہے کہ یرضیٰ میں "ھو" ضمیر حضرت صدیق کی طرف راجع ہے جس کا معنی یہ ہے کہ عنقریب ابوبکر راضی ہو جائے گا یعنی اللہ رب العزت ابوبکر کو اتنا نوازے گا اور اتنا عطا فرمائے گا کہ ابوبکر، اللہ عزوجل سے راضی ہو جائے گا اور بعض علماء نے یہ کہا کہ "ھو" ضمیر اللہ رب العزت کی راجع ہے۔ اگر ضمیر کو اللہ کی طرف راجع کریں۔ تو "سوف" جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے ہو تو وہ یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ○ (الضحیٰ:5)

ترجمہ: "اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں ○"

اور یقینی بات ہے کہ اللہ رب العزت، اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمائے گا، اسی طرح یہ بھی یقینی، قطعی اور ہر شک و شبہ سے بالاتر بات ہے کہ اللہ رب العزت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راضی ہے۔ ان دونوں تفسیروں کو اگر اس آیت کے تناظر میں دیکھا جائے تو دونوں تفسیریں ہی یہاں مراد ہیں اور وہ آیت یہ ہے:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ○ وَادْخُلِي جَنَّتِي ○

(الفجر: 30-27)

ترجمہ: "اے نفسِ مطمئنہ! تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ جا کہ

تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضیO پھر تو میرے نیک بندوں
میں داخل ہو جاO اور میری جنت میں داخل ہو جاO"

فخر الدین والملۃ امام فخر الدین رازی متوفی 604ھ اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں فرماتے ہیں:

"روی ان رجلا قراء عند النبی ﷺ هذه الآیات فقال ابوبکر! ما احسن هذا! فقال ﷺ: اما ان الملک سیقولها لک"

(التفسیر الکبیر: جزو 32 جلد 11 صفحہ: 166 دار الفکر بیروت...... الجامع الاحکام القرآن: جز 20 صفحہ: 51 دار الفکر بیروت)

ترجمہ: "مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی مکرم ﷺ کے سامنے یہ آیت پڑھی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ کتنی اچھی آیت ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عنقریب فرشتہ تمہارے سامنے یہ آیت پڑھے گا۔ (یعنی وقت وفات تم سے یہ خطاب کیا جائے گا)"

-12 "یرضی" فعل مضارع ہے۔ جس میں استمرار، تجدد، دوام اور ہیشگی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ فعل مضارع حال اور استقبال دونوں کے معنی کو محیط ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت جو علیم بذات الصدور اور عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ جس پر مستقبل، حال اور ماضی کے تمام واقعات عیاں و ظاہر ہیں۔ اس ذات نے "یرضی" صیغہ مضارع کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی رضا کو بیان فرمایا۔ جس کا سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ اللہ رب العزت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ کے لیے راضی ہو چکا ہے۔

-13 اس سورہ "اللیل" کے بعد سورۃ "الضحیٰ" ہے اور سورۃ اللیل کا اختتام شان

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ہے اور سورۃ الضحٰی کی ابتداء اور بدایت شان سیدنا مصطفٰی کریم ﷺ سے ہے۔ جس میں اشارہ کہ جہاں صدیقیت کی انتہا و غایت ہے وہاں مقام نبوت کی ابتداء و بدایت ہے۔

14- جس طرح سورۃ اللیل اور سورۃ الضحٰی کے درمیان کوئی سورت حائل نہیں اسی طرح حضرت ابوبکر اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی تیسرا حائل نہیں۔ جیسا کہ مفصل بیان ہوا کہ ایمان لانے میں، اسلام کی تبلیغ و نصرت کرنے میں، جہاد میں، ہجرت میں، امامت اور خلافت میں، قبر میں، حشر اور دخول جنت میں ہر جگہ اور ہر مرحلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق اکبر ہیں

کسی بھی آدمی کی عظمت اور علو مرتبت کا اندازہ اس کے القاب کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ پھر جبکہ وہ القاب اگر اللہ جل مجدہ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی طرف سے عطا فرمودہ ہوں تو یقیناً یہ بہت بلند مرتبے اور مقام کی دلیل ہے۔ سابقہ سطور میں آپ نے پڑھا کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک لقب ''عتیق'' (یعنی جہنم سے آزاد شدہ) کا عطا فرمایا جس پر ایک یہ حدیث بھی دلیل ہے:

عن عائشه ام المومنين رضى الله عنه قالت: قال رسول الله ﷺ من سره ان ينظر إلى عتيق من النار فلينظر إلى ابى بكر، وان اسمه الذى سماه اهله لعبد الله بن عثمان حيث ولد فغلب عليه اسم عتيق.

(المستدرك: جلد3 صفحه: 64 كتاب معرفه الصحابة: رقم الحديث: 4404......مسند ابويعلى: رقم الحديث: 4899......المعجم الكبير: رقم الحديث: 10......مجمع الزوائد: جلد8 صفحه: 41......مسند ديلمى: رقم5685......الطبقات الكبرى: جلد3 صفحه: 170...... الاستيعاب: جلد 3 صفحه: 963......الاصابه: جلد 4 صفحه: 170......الرياض النضرة: جلد1 صفحه: 402)

ترجمہ: ''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جسے آگ سے آزاد شخص دیکھنا ہو وہ ابوبکر کو دیکھ لے۔ (حضرت عائشہ فرماتی ہیں) آپ رضی اللہ عنہ کا نام ولادت کے وقت آپ کے گھر والوں نے عبداللہ بن عثمان رکھا تھا۔ پھر اس پر عتیق کا لقب غالب آ گیا۔"

اسی طرح اللہ رب العزت اور اس کے حبیب کریم ﷺ نے آپ کو "صدیق" کا لقب عطا فرمایا۔ ہمارے دیئے ہوئے القاب ممکن ہے کہ معنویت سے خالی ہوں لیکن یہ بات ناممکن و محال ہے کہ جو لقب اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ نے عطا فرمایا ہو وہ معنویت اور مقصدیت سے خالی ہو۔ نیز تمام صحابہ اور اہل بیت کرام نے آپ کو لفظ "صدیق" سے یاد کیا اور تمام امت ماسوا اہل تشیع کے آپ کے لقب "صدیق" پر متفق و مجتمع ہے۔ اہل تشیع کے لیے فقط یہی آیت پڑھ دینی کافی ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○ (النسآء: 115)

ترجمہ: "اور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ ہدایت اس پر واضح ہو گئی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے○"

سو روافض اللہ رب العزت، اس کے رسول، ائمہ اہل بیت اور تمام امت کی مخالفت کر کے دیکھ لیں کہ اپنا ٹھکانہ کون سی جگہ بنا رہے ہیں۔ اب اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ رب العزت نے آپ کو لقب "صدیق" عطا فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ○ (الزمر: 34-33)

ترجمہ: ''اور وہ جو سچے دین کو لے کر آئے اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں○ ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہر وہ نعمت ہے جس کو وہ چاہیں اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے○''

امام فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

فالذی جآء بالصدق سیدنا محمد ﷺ، والذی صدق بہ ھو ابوبکر: وھو القول مروی عن علی بن ابی طالب علیہ السلام وجماعۃ من المفسرین.

(التفسیر الکبیر: جلد9 صفحہ:256، دارالفکر بیروت)

ترجمہ: ''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور مفسرین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ صدق کو لانے والے سیدنا محمد ﷺ اور تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

امام ابن جریر طبری نے بھی یہی بیان کیا۔ ملاحظہ فرمائیں: جامع البیان جزو24 صفحہ:56 دارالفکر بیروت۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو تفسیر منقول ہے وہ یہ ہے۔

عن ابی یحییٰ سمع علیا یحلف: لا نزل اللہ اسم ابی بکر رضی اللہ عنہ من السمآء صدیق.

(المستدرک: جلد 3 صفحہ: 65 رقم: 4405، المعجم الکبیر: رقم: 14، مجمع الزوائد: جلد 9 صفحہ: 41، التاریخ الکبیر للبخاری: جلد 1 صفحہ: 99، رقم: 277......الآحاد و

المثانی: رقم:6......فتح الباری: جلد7 صفحه:9)

ترجمہ: ''حضرت ابویحییٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قسم اٹھا کر کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب ''صدیق'' اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا۔''

اور ایک روایت میں ہے:

''عن النزال بن سبرة قال فقلنا حدثنا عن ابی بکر رضی اللّٰہ عنه فقال: ذالک امرء سماه اللّٰہ صدیق علٰی لسان جبریل و محمد علیهما الصلوٰة والسلام.''

(المستدرک: جلد 3صفحه 65، رقم الحدیث: 4406...... تهذیب الاسمآء: جلد 1 صفحه:479......الریاض النضرة: جلد1 صفحه:406)

ترجمہ: ''حضرت نزال بن سبرہ سے روایت ہے کہ ہم نے (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے) عرض کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) وہ شخصیت ہیں جن کا لقب اللہ رب العزت نے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان سے ''الصدیق'' رکھا۔''

اہل تشیع کے بہت بڑے مفسر ''ابن الحسن الطبراسی'' نے اسی آیت کی تفسیر میں لکھا:

''وقیل الذی جآء بالصدق، رسول اللّٰہ ﷺ و صدق به ابوبکر رضی اللّٰہ عنه.''

(مجمع البیان الطبرسی: جزو8 صفحه:777، دار المعرفه بیروت)

ترجمہ: ''اور ایک قول یہ ہے کہ ''والذی جآء بالصدق'' سے مراد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "وَصَدَّقَ بِهٖ" سے مراد ابوبکر ہیں۔"

بلکہ امام فخر رازی نے اسی قول کو ترجیح دیتے ہوئے یہ عقلی دلیل بیان فرمائی ہے:

فدخول ابی بکر فیه ظاهر، و ذلک لان هذا یتناول اسبق الناس الی التصدیق، واجمعوا ان الاسبق الا فضل اما ابوبکر واما علی، وحمل هذا اللفظ علی ابی بکر اولی، لان علیا علیه السلام کان وقت البعثة صغیرا، فکان کالولد الصغیر الذی یکون فی البیت و معلوم ان اقدامه علی التصدیق لا یفید مزید قوة و شوکة، اما ابوبکر فانه کان رجلا کبیرا فی السن کبیرا فی المنصب، فاقدامه علی التصدیق یفید مزید قوة و شوکة فی الاسلام، فکان حمل هذا اللفظ الی ابی بکر اولی.

(التفسیر الکبیر: جلد1 صفحه:257، دارالفکر بیروت)

ترجمہ: "اس آیت سے حضرت ابوبکر کا مراد ہونا بالکل واضح ہے۔ کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی تھی اور جو سب سے پہلے تصدیق کرنے والا ہو وہی سب سے افضل ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حضرت ابوبکر کو اس آیت سے مراد لینا زیادہ راجح ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کم سن تھے جیسے گھر میں کوئی بچہ ہوتا ہے اور (کفار کے نزدیک) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے اسلام کو کوئی زیادہ قوت اور شوکت حاصل نہیں ہوئی اور حضرت ابوبکر بڑی عمر کے

تھے، معاشرہ میں ان کی بہت عزت و وجاہت تھی اور جب انہوں نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی تو اس سے اسلام کو بہت زیادہ قوت اور شوکت حاصل ہوئی، اس وجہ سے اس آیت میں ''وصدق بہ'' سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مراد لینا زیادہ راجح ہے۔''

معلوم ہوا کہ سچ لانے والے سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات عالی صفات ہے اور اس سچ کی تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اسی وجہ سے آپ کو لقب ''صدیق'' کے ساتھ موسوم کیا گیا۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیں کہ وہ سچ جو نبی کریم ﷺ لے کر آئے اس سچ کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول ہی ہے کہ ''سچ'' سے مراد توحید ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ''سچ'' سے مراد قرآن ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ''سچ'' سے مراد ''رسالت محمدی'' ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ ''سچ'' سے مراد دین اسلام ہے (اور حقیقتاً ان تمام اقوال میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ ان تمام کا مآل واحد ہے) پانچواں قول یہ ہے کہ ''سچ'' سے مراد معراج مصطفیٰ کریم ﷺ ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ جب معراج کر کے واپس تشریف لائے تو آپ نے اس سفر کو اپنی قوم کے سامنے بیان فرمایا۔ کفار قریش بالخصوص ابوجہل نے بڑھ چڑھ کر آپ کی مخالفت اور تکذیب و تنقیص کی۔ وہ پہلے ہی موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ یہ واقعہ سن کر خوب پھبتیاں کسیں، خوب مذاق اڑائے کہ رات یہاں مکہ میں موجود تھے اور رات کے ایک قلیل لمحہ میں یہ بیت المقدس سے ہو کر پھر واپس بھی آ گئے یہ ان کا صریح جھوٹ ہے۔ ابوجہل دوڑتا ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس ارادے سے کہ شاید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بات کو سن کر دامن مصطفیٰ ﷺ کو چھوڑ دیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان میں تردد، تذبذب اور تزلزل پیدا ہو جائے۔ لیکن اس شقی ازلی کو کیا معلوم تھا کہ حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شراب عشق مصطفوی میں کس قدر مخمور تھے۔ انہیں اپنے محبوب کی محبت میں کس قدر فنائیت نصیب تھی۔ اس بدبخت کو کیا معلوم تھا کہ دنیا کی ساری رنگینیاں اور دنیا کے سارے طاغوت مل کر بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دامن مصطفیٰ ﷺ نہیں چھڑا سکتے۔ چنانچہ آپ کا یقین افروز جواب سن کر ابوجہل الٹے قدم لوٹ گیا اور اس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ابوجہل سے کہا کہ کیا واقعی میرے محبوب ﷺ نے یہ دعویٰ فرمایا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا کہ سن:

"انی لا صدقه فیما هو ابعد من ذلک اصدقه بخبر السمآء فی غدوة او روحة فذلک سمی ابوبکر الصدیق."

ترجمہ: "میں تو آپ ﷺ کی تصدیق اس خبر کے بارے میں کرتا ہوں جو اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس ہے۔ میں تو صبح و شام آپ ﷺ کی آسمانی خبروں کی بھی تصدیق کرتا ہوں، پس اس تصدیق کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ "الصدیق" کے نام سے موسوم ہوئے۔"

(المستدرک: جلد3 صفحه: 65، رقم الحدیث: 4407......مصنف عبدالرزاق: جلد 5 صفحه: 328......الجامع الاحکام القرآن: جلد1 صفحه: 283......جامع البیان للطبری: جلد15 صفحه: 6، تفسیر ابن کثیر: جلد3 صفحه: 12)

ایک روایت میں ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لجبریل لیلة اسری به ان قومی لا یصدقونی فقال له جبریل یصدقک ابوبکر وهو الصدیق.

(المعجم الاوسط للطبرانی: جلد 7 صفحه: 166، رقم الحدیث: 7173......مجمع الزوائد:

جلد9 صفحہ: 41......فضائل الصحابة: جلد1 صفحہ: 140، رقم الحدیث: 116......الطبقات الکبریٰ: جلد1 صفحہ:215)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل امین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ''اے جبرائیل! میری قوم (واقعہ معراج میں) میری تصدیق نہیں کرے گی۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آپ کی تصدیق کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔''

سو واضح ہو گیا کہ آپ کا لقب ''صدیق'' آسمانوں سے نازل ہوا اور خود اللہ رب العزت نے آپ کو اس لقب کے ساتھ موسوم فرمایا ہے۔

نگاہ رسالت میں لقب صدیق

جیسا کہ آپ نے پڑھا اللہ رب العزت نے حضرت ابوبکر کو "صدیق" کے لقب سے موسوم فرمایا۔ نبی مکرم ﷺ نے بھی آپ کو اس لقب سے یاد فرمایا: جس پر یہ حدیث دلیل ہے:

عن قتادة: ان انس بن مالک رضی الله عنه حدثهم ان النبی ﷺ صعد احدا و ابوبکر و عمر و عثمان، فرجف بهم فقال: اثبت احد، فانما علیک نبی و صدیق و شهیدان.

صحیح بخاری: کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا، رقم الحدیث:3675، دارالکتب العربی بیروت......سنن ابی داؤد: کتاب السنة، باب فی الخلفاء، رقم الحدیث: 4651 دارالسلام......سنن الترمذی: کتاب المناقب باب فی مناقب عثمان بن عفان رقم 3697دارالمعرفه بیروت......اسنن الکبریٰ للنسائی: رقم: 8135......مسند احمد: رقم12127......صحیح ابن حبان: رقم6865......مسند ابو یعلی: رقم: 2964......حلیة الاولیاء: جلد5 صفحه:25......الریاض النضرة: جلد1 صفحه:276)

ترجمہ: "حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ جبل احد پر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے ہمراہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے، اچانک پہاڑ ان کے باعث جھومنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے احد! ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔"

اس حدیث سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے:

1- احد وہ پہاڑ ہے کہ جس کو نبی مکرم ﷺ کے ساتھ محبت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عن النبی ﷺ قال: "احد جبل یحبنا ونحبہ".

(صحیح بخاری: کتاب الزکوٰۃ، باب خرص التمر، رقم الحدیث:1482 بیروت)

ترجمہ: "احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت فرماتے ہیں۔"

اور اس کی محبت کی یہ واضح دلیل ہے کہ جب نبی مکرم ﷺ اپنے اصحاب ثلاثہ کے ساتھ اس پر چڑھے تو چونکہ پتھروں میں بھی ایک گونہ ادراک و شعور ہوتا ہے۔ اسے معلوم ہو گیا کہ آج تمام انبیاء و رسولوں کے سردار اور نبی مکرم ﷺ کے وہ تین صحابی جو نہ صرف اس امت بلکہ تمام امتوں سے افضل ہیں ان کے ساتھ میرے اوپر قدم رنجہ فرما ہوئے ہیں تو وہ وجد میں آ گیا اور اس کے بڑے بڑے پتھر گرنے لگے کہ آج اس ذات نے اپنے قدم میری چوٹی میں لگائے ہیں کہ جن کے قدموں کے بوسے لینے کو عرش اعظم بھی ترستا ہے۔ یہ ان کا کتنا کرم ہے کہ وہ بنفس نفیس میرے پاس تشریف لائے ہیں۔

2- دوسری اہم بات جو اس حدیث سے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ محبت کا جواب محبت سے عطا فرماتے ہیں چنانچہ آپ کا امتی آپ سے جس قدر محبت و عشق کرتا ہے، آپ کے ہجر فراق میں جس قدر تڑپتا ہے، نبی کریم

ﷺ اس قدر اس پر لطف و کرم اور الطاف و عنایات فرماتے ہیں۔ کیونکہ جب احد نے حضور اقدس ﷺ سے محبت رکھی تو آپ نے بھی صلہ کے طور پر فرمایا: "نحبہ" کہ ہم بھی اس سے محبت فرماتے ہیں، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پہاڑ آپ سے محبت رکھے تو آپ اس کو اپنی شفقتوں سے محروم نہ فرمائیں اور آپ کا امتی آپ سے والہانہ محبت رکھے، اور آپ کی محبت میں ازخود رفتہ ہو جائے اور محبوب کریم ﷺ اسے اپنی شفقتوں سے محروم فرما دیں۔ یقیناً جو آپ سے جتنی شدید محبت کرے گا اسے اسی قدر نگاہ مصطفیٰ کریم ﷺ کا فیض نصیب ہو گا۔

3- احد پہاڑ چونکہ آپ سے محبت کرتا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ بنفس نفیس اس کے پاس تشریف لے کر گئے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ کا جو امتی اور غلام آپ سے شدت کی محبت کرتا ہے اور آپ کے ہجر و فراق میں ماہی بے آب اور مرغ بسمل کی طرح پھڑکتا ہے، اور آپ کی رؤیت و دیدار اور آپ کے شہر مدینہ کی زیارت کے لیے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں رواں رہتی ہیں اس پر کریم آقا ﷺ کبھی ایسا لطف و کرم فرمائیں گے کہ اس کے پاس تشریف لے جا کر اسے اپنے دیدار کی دولت سے شاد فرمائیں گے، اور یہی محبوب کریم ﷺ کا طریقہ ہے چنانچہ جب استن حنانہ آپ کی محبت میں چیخا اور رویا تو حضور اقدس ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو اپنے سینہ اقدس سے لگا لیا۔

(صحیح بخاری، کتاب البیوع باب النجار)

4- حضور اقدس ﷺ کے باذن اللہ غیب پر مطلع ہونے کی دلیل کہ سرکار اقدس ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق پیشگی فرما دیا کہ یہ شہید ہیں اور مرتبہ شہادت تب ملتا ہے کہ اگر ایمان پر خاتمہ

ہو۔ سو حضور نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ ان کا نہ صرف ایمان پر خاتمہ ہو گا بلکہ ان کو مرتبہ شہادت پر فائز کیا جائے گا۔

5- حضور اقدس ﷺ کے تصرف و اختیار کی دلیل کہ نبی کریم ﷺ کا تصرف جمادات اور پہاڑوں پر بھی نافذ ہے۔ اگر قوی ہیکل اور عظیم الجثہ، طاقتور انسان مل جائیں تو وہ مل کر متزلزل پہاڑ کو ساکن کرنا چاہیں تو ساکن نہیں کر سکتے لیکن نبی کریم ﷺ خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں لہٰذا آپ ہلتے پہاڑ کو حکم دے کر ساکن کر سکتے ہیں۔

6- نبی مکرم ﷺ نے آپ کو "صدیق" کے لقب سے یاد فرمایا اور آپ کی افضلیت کی طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ شہداء کا ذکر صدیقیت کے بعد کیا جس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ اور افضل درجہ صدیقیت کا ہے اور صدیقیت کے بعد مقام شہداء کا ہے یہی ترتیب قرآن مجید میں بھی بیان ہوئی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا. ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ عَلِیْمًا٥ (النسآء: 70-69)

ترجمہ: "اور جو اللہ اور رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا٥"

اس مضمون کی ایک دوسری روایت ہے جس کو امام مسلم اور امام ترمذی نے نقل کیا، روایت کے لفظ یہ ہیں:

”عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ کان علی حراء، هو و ابوبکر و عمر و علی ابن ابی طالب و عثمان و طلحة والزبیر رضی الله عنه فتحرکت الصخرة فقال النبی ﷺ اهد، انما علیک نبی او صدیق، او شهید.“

(صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة، باب: من فضائل طلحة والزبیر، رقم الحدیث: 6248,6247، دارالکتب العربی بیروت......سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث:3696، دارالمعرفہ بیروت)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ جبل حراء پر تھے، اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی ابن طالب، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم تھے، پس ایک چٹان حرکت کرنے لگی تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ”ٹھہر جا“ تجھ پر نبی اور صدیق اور شہید ہیں۔“

لقب "صدیق" ائمہ اہلِ بیت کی نظر میں

اہلِ تشیع نے امت میں افتراق و انتشار ڈالنے اور ملت کا شیرازہ منتشر کرنے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان نفرت، بغض و عداوت اور کینہ و عناد پر مبنی روایات کا افتراء و بہتان کیا اور عامۃ الناس کو یہ تاثر دینے کو کوشش کی کہ العیاذ باللہ تعالیٰ صحابہ کرام نے اہلِ بیت پر ظلم و ستم ڈھائے، ان کو جائز حقوق سے محروم رکھا اور ان کی قدر پامال کی لیکن حقیقت میں یہ سب روایات سبائی سازش، جھوٹ کا پلندہ اور بہتانات پر مبنی ہیں۔ ان کا حقائق اور واقعیت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔ حقائق یہ ہیں کہ صحابہ کرام اور اہلِ بیت کرام کے درمیان کوئی منافرت، کوئی دوری، کوئی بغض و کینہ اور حسد و عناد نہ تھا بلکہ ان کے قلوب آپس میں ایک دوسرے کے لیے جذبہ تکریم و تعظیم اور محبت و عقیدت سے مملوء تھے۔ صحابہ کرام برسرِ عام اہلِ بیت کا حق عظمت تسلیم کرتے اور اہلِ بیت کرام برسرِ عام صحابہ کرام کی تعریف و توصیف کرتے تھے جس پر بہت تفصیلی دلائل موجود ہیں۔ لیکن ان تمام دلائل کو حذف کر کے یہاں صرف دو روایات ائمہ اہلِ بیت کی مقدس زبان سے حضرت صدیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک تفصیلی خط لکھا جس میں آپ نے شیخین کریمین کی عظمت کو ان الفاظ سے بیان فرمایا:

کان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم اللہ

ولرسوله الخليفة الصديق و خليفة الفاروق و لعمری ان مكانهما فی الاسلام ان المصاب بهما لجرح فی الاسلام لشديد يرحمهما اللّٰه و جزاهما باحسن ما عملا...... الٰی.....ما انت والصديق؟ فالصديق من صدق بحقنا و ابطل باطل عدونا وما انت والفاروق فانفاروق من فرق بيننا و بين اعدائنا.

(نهج البلاغة مع شرح ابن میثم بحرانی: جلد 4 صفحه: 362......نهج البلاغه مع شرح حدیدی: جلد15 صفحه:76)

ترجمہ: ''اسلام میں افضل اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے لیے سب سے زیادہ مخلص خلیفہ صدیق تھے اور پھر ان کے خلیفہ فاروق۔ مجھے اپنی زندگانی کی قسم! ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں ضرور عظیم ہے، اور ان کا وفات پا جانا اسلام کے لیے ناقابل تلافی نقصان اور نہ مندمل ہونے والا زخم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے اور ان کو اپنے اچھے اعمال کی جزائے خیر دے...... اِلٰی...... تمہیں صدیق سے کیا نسبت؟ حضرت صدیق تو وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے ہمارے حق کی تصدیق کی اور ہمارے اعداء کے باطل کو باطل ٹھہرایا اور تمہیں فاروق سے کیا نسبت؟ فاروق تو وہ ذات ہے کہ انہوں نے ہمارے درمیان اور ہمارے اعداء کے درمیان فرق اور بعد پیدا کیا ہے۔ اہلِ اسلام اور اہلِ کفر میں امتیاز پیدا کیا اور حق کو باطل سے جدا کیا۔''

قارئین! یہ دونوں کتابیں جن کا حوالہ دیا گیا ہے اہلِ سنت کی نہیں بلکہ اہلِ تشیع کی معتبر کتب ہیں۔ ان میں واشگاف الفاظ میں مولائے کائنات حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کو ''صدیق'' حضرت عمر کو ''فاروق'' قرار دیا، اور ان کی تعریف و توصیف فرمائی اور ان کے حق میں دعائے رحمت فرمائی اور اسلام میں ان کی افضلیت کو بھی تسلیم فرمایا اور اس خط کو تقیہ پر بھی محمول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ نے یہ خط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کئی جنگوں میں آپ کے فریق رہے۔ سو اگر آپ نے تقیہ کرنا ہوتا تو جنگ میں تقیہ کرنے سے بہتر موقع اور کون سا ہو سکتا ہے؟ جس سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ یہ تقیہ یا کتمان حق نہیں بلکہ یہ مولائے کائنات کے دل کی آواز تھی اور آپ کے دل میں بھی حضرات خلفائے ثلاثہ کے لیے عقیدت و محبت کے ویسے ہی جذبات تھے جن کو آپ نے اس خط میں بیان فرمایا۔

اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کے بعد مزید کسی حوالہ کی حاجت نہیں کیونکہ آپ ابوالائمہ اور سرچشمہ ولایت ہیں اور جب آپ کا نظریہ و عقیدہ یہ ہے تو یقیناً باقی ائمہ اہلِ بیت کا نظریہ و عقیدہ بھی یہی ہے۔ لیکن اتمام حجت کے لیے ایک حوالہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا بھی ملاحظہ فرمائیں:

عن عروة عن عبداللّٰه قال سئلت ابا جعفر محمد بن علی علیهما السلام عن حلیة السیوف فقال لا باس به فقد حلی ابوبکر الصدیق رضی الله عنه سیفه، قلت فتقول الصدیق؟ قال فوثب و ثبة و استقبل القبلة فقال نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل له الصدیق فلا صدق اللّٰه له قولا فی الدنیا ولا فی الأخرة.

(کشف الغمه فی ائمه الامة: صفحه:220)

ترجمہ: ''امام عالی مقام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک شیعہ نے مسئلہ دریافت فرمایا کہ تلواروں کو زیور لگانا جائز ہے یا نہیں؟ امام

صاحب نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو زیور لگایا ہوا تھا۔ اس آدمی نے کہا کہ آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں۔ یہ سن کر امام عالی مقام اچھل پڑے اور قبلہ شریف کی طرف رخ انور کر کے فرمایا کہ "ہاں! وہ صدیق ہیں، ہاں! وہ صدیق ہیں، ہاں! وہ صدیق ہیں" جو ان کو صدیق نہیں کہتا، اللہ ذوالمجد والعلی اس کے کسی قول کو نہ دنیا میں سچا کرے نہ آخرت میں۔"

چشم بینا سے پڑھیں امام عالی مقام کا یہ فرمان وہ نام نہاد محبان اہلِ بیت جو تعصب کی بناء پر نہ صرف حضرت صدیق کی صداقت بلکہ آپ کے ایمان کا بھی انکار کرتے ہیں کہ ان کے نظریات اور امام باقر کے نظریہ میں کس قدر بعد و تفاوت ہے۔ یہ بد نہاد ان کو ایک مرتبہ بھی صدیق کہنے کو تیار نہیں لیکن آپ نے پانچ مرتبہ ان کو صدیق کہا اور ان کی صداقت پر مہر تائید ثبت کی اور ان کو صدیق نہ ماننے والے کو دنیا و آخرت کا محروم اور حرماں نصیب قرار دیا۔ کاش کہ ائمہ اہلِ بیت کے ساتھ حقیقی محبت اور ان کے نظریات کو اپنانے کی سعادت نصیب ہو جائے۔ آمین!

حضرت صدیق کی اہلِ بیت سے محبت

بات تشنہ رہ جائے گی اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلِ بیت سے محبت، عقیدت اور مودّت کو بیان نہ کیا جائے۔ لہٰذا چند روایات اس پر بھی ملاحظہ فرمائیں:

1- قال ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ: والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللّٰہ ﷺ احب اِلَیّ ان اصل من قرابتی.

(صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب قرابۃ رسول اللّٰہ ﷺ، رقم الحدیث:3712، بیروت)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں اور رشتہ داروں سے حسن سلوک و صلہ رحمی کرنا میرے نزدیک اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔''

اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ وہ صدیق جو نبی کریم ﷺ کی نیند مبارک پر اپنی جان قربان کر دے کیا ایسے سراپا ایثار اور مجسمہ وفا سے یہ بات متصور ہو سکتی ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے اہلِ بیت کی قدر کی پامالی یا ان کے حق کو ضائع کرے؟ یقیناً یہ حضرت صدیق پر بہت بڑا اتہام و افتراء ہے جس سے دامن صدیق رضی اللہ

عنہ بری ہے۔

2- عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال: ارقبوا محمداً ﷺ فی اهل بیته.

(صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب قرابة رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث:3751,3713)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا قرب آپ کی اہلِ بیت میں تلاش کرو۔“

سو جو خود نبی کریم ﷺ کا قرب اور آپ کی بارگاہ میں مقام پانے کے لیے اہلِ بیت سے محبت وعقیدت کا توسل اختیار کرنے کا حکم دیں وہ خود اس سے کس طرح محروم ہو سکتے ہیں۔

3- عن عقبة بن الحارث قال: صلی ابوبکر رضی اللہ عنہ العصر، ثم خرج یمشی، فرای الحسن یلعب مع الصبیان فحمله علی عاتقه، وقال بابی، شبیه بالنبی لا شبیه بعلی و علی رضی اللہ عنہ یضحک.

(صحیح بخاری: کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، رقم الحدیث: 3542، دارالکتب العربی بیروت)

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی اور آپ باہر نکلے تو آپ نے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا پس آپ نے امام حسن کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اور فرمایا مجھے میرے باپ (کے رب) کی قسم! حسن کی

مشابہت حضرت علی سے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہے

(یہ سن کر) حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے۔''

یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا حضرت صدیق خلیفہ وقت تھے اور امام حسن کا بدن مبارک کھیلنے کی وجہ سے مٹی اور گردوغبار سے اٹا ہوا تھا۔ ایسی کیفیت میں ہر معزز اور ذی وجاہت و منصب بچوں کو اٹھانے سے گریز کرتا ہے۔ لیکن یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے کمال محبت و وفور عقیدت کی دلیل ہے کہ آپ نے اپنے منصب اور اپنے لباس کی پرواہ کیے بغیر حضرت امام حسن کو اس گردوغبار کی کیفیت میں اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور فرمایا کہ مجھے اپنے محبوب ﷺ کی طلعت زیبا اور جلوہ جانفزا ان کے آئینے میں نظر آتا ہے۔ یہ تو تھی حضرت امام حسن سے محبت، اب ذرا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

عن عائشه رضی الله عنها قالت: رایت ابابکر یکثر النظر اِلٰی وجه علی رضی الله عنه فقلت له: یا ابت اراک تکثر النظر اِلٰی وجه علی فقال: یا بنیة، سمعت رسول الله ﷺ یقول: النظر اِلٰی وجه علی عبادة.

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر: جلد 42 صفحه: 355، مختصر کتاب الموافقة للزمخشری: صفحه:14)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ پس میں نے ان سے پوچھا: اباجان! کیا وجہ ہے کہ آپ کثرت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف تکتے رہتے

ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے
میری بیٹی! میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے
کہ علی کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔"

سو جب وہ ان کے چہرے کو تکنا بھی عبادت سمجھتے تھے تو کیا وہ ان سے حسن سلوک کو عبادت نہیں سمجھتے ہوں گے؟ کیا وہ ان کی حق تلفی اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کو گناہ عظیم اور موجب غضب الٰہی عزوجل نہیں سمجھتے ہوں گے؟ اس لیے یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ حضرت صدیق سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور اقدس ﷺ کی اہلِ بیت کی حق تلفی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت صدیق کی فضیلت قرآن سے

اللہ رب العزت نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (النور: 22)

ترجمہ: ''اور تم میں سے اصحاب فضل اور ارباب وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری بخشش کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۝''

شانِ نزول

اس آیت کے بارے میں اہلِ سنت کے تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں:

اجمع المفسرون علی ان المراد من قولہ "اُولُوا الْفَضْلُ" ابوبکر.

ترجمہ: "تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اللہ رب العزت کے اس فرمان "اولوا الفضل" سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔"

نیز فرماتے ہیں:

اختصاص ہذہ الایۃ بابی بکر بالغ الٰی حد التواتر.

ترجمہ: "حد تواتر تک یہ بات پہنچ چکی ہے کہ اس آیت کا شان نزول حضرت صدیق کے ساتھ حق ہے۔"

(التفسیر الکبیر: جلد8 جز23، صفحہ:170، دارالفکر بیروت)

حتیٰ کہ شیعہ عالم "طبرسی" نے بھی مجمع البیان میں اس آیت کا شان نزول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں قرار دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عن عائشہ رضی اللّٰہ عنہا قالت: فلما انزل اللّٰہ ھذا فی براء تی، قال ابوبکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ و کان ینفق علٰی مسطح بن اثاثۃ لقرابتہ منہ وفقرہ: واللّٰہِ لا اُنفق علٰی مسطح شیئا ابدا بعد الذی قال لعائشہ ما قال، فانزل اللّٰہ عزوجل (ولا یاتل اولوالفضل منکم والسعۃ الٰی آخر الآیۃ) قال ابوبکر: بلٰی واللّٰہِ انی احب ان یغفراللّٰہ لی فرجع الٰی مسطح النفقۃ التی کان ینفق علیہ و قال: واللّٰہ لا انزعہا منہ ابدا.

صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ النور، رقم الحدیث: 4750 دارالکتب العربی......

صحیح مسلم: کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافک و قبول توبۃ القاذف، رقم

الحدیث:6953، دار الکتب العربی بیروت......جامع ترمذی: کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ نور، رقم الحدیث:3180، دار المعرفۃ بیروت)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے (اس بہتان سے) میری برأت کے متعلق یہ آیت نازل کی (تو چونکہ حضرت مسطح بھی اس تہمت میں شریک ہوگئے تھے) اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اور وہ مسطح بن اثاثہ پر قرابت داری اور ان کے افلاس کی وجہ سے خرچ کرتے تھے: خدا کی قسم! میں مسطح پر کبھی کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا کیونکہ اس نے عائشہ کے بارے میں جو کہا، پس اللہ نے قرآن کی یہ آیت نازل کی۔ "ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة" (النور:22) حضرت صدیق نے کہا: کیوں نہیں خدا کی قسم! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں کہ اللہ جل مجدہ میری بخشش فرمائے پس آپ نے مسطح کی طرف وہ خرچہ لوٹایا جو آپ اس پر خرچ کرتے تھے اور فرمایا: خدا کی قسم! میں کبھی اس کا خرچہ بند نہیں کروں گا۔''

اس آیت اور اس کے شان نزول سے چند امور معلوم ہوئے:

1- اللہ رب العزت نے آپ کو صاحب فضیلت قرار دیا اور جس کو اللہ صاحب فضیلت قرار دے اس کی عظمتوں کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے؟ اور چونکہ آپ کا صاحب فضیلت ہونا قرآن کی نص قطعی سے معلوم ہوا لہٰذا آپ کی مطلق فضیلت کا انکار کرنا قرآنی آیت کا انکار ہے، اور قرآن کی نص قطعی کا منکر کافر ہے۔ لہٰذا آپ کی مطلقاً فضیلت کا منکر بھی دائرہ اسلام و ایمان سے خارج ہے۔

2- قاعدہ یہ ہے کہ

المطلق یجری علیٰ اطلاقه و المقید علیٰ تقییده.

(عامة کتب اصول)

ترجمہ: ''قرآن کا مطلق اپنے اطلاق پر رہے گا اور مقید اپنی تقیید پر۔''

اللہ رب العزت نے اس آیت میں آپ کو بغیر کسی قید کے صاحب فضیلت قرار دیا۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ اس امت میں بڑے بڑے صاحبانِ فضیلت وعظمت ہیں لیکن اس ساری امت میں سب سے زیادہ فضیلت وعظمت کے حامل اور فاضل علی الاطلاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

3- نیز یہ بھی بیان نہیں فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کس جہت سے ہے اور کس عمل کی بناء پر ہے اس کو بھی مطلقاً بغیر قید کی بیان فرمایا۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ہر اعتبار اور ہر جہت اور ہر عمل وعبادت میں مطلقاً فضیلت آپ کی ہے۔ عشق ومحبت، تقویٰ و پرہیزگاری، ایثار و اخلاص اور جود وسخا ان تمام افعال محمودہ میں آپ علی الاطلاق فاضل ہیں۔ چنانچہ پچھلے اوراق میں حدیث گزری ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا کیونکہ آپ تمام حسنات و خیرات کے جامع ہیں۔

4- اللہ رب العزت نے آپ کو صاحب وسعت قرار دیا اور مال و دولت میں وسعت تب لائق تحسین وتوصیف ہے کہ جب اس مال میں اللہ کے راستے میں دل کھول کر خرچ کیا جائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لا حسد الا علی اثنتین: رجل اتاہ اللہ الکتاب اقام بہ آناء الیل، و رجل اعطاہ اللہ مالا فھو

يتصدق به آناء الیل والنهار.

(صحیح بخاری : کتاب فضائل القران، باب اغتیاط صاحب القران، رقم الحدیث: 5025، دار الکتب العربی بیروت......صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم بالقران ویعلمہ، رقم الحدیث: 1891، دار الکتب العربی......سنن الترمذی : کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی الحسد، رقم الحدیث: 1936، دار المعرفه بیروت......سنن ابن ماجه: کتاب الزهد، باب الحسد، رقم الحدیث: 4209 دار الاسلام ریاض......مسند احمد: 5038)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے نبی مکرم، رسول محتشم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: رشک نہیں ہے مگر دو آدمیوں میں۔ ایک وہ مرد جس کو اللہ نے کتاب کا علم دیا اور وہ رات کی گھڑیوں میں اس کے ساتھ قیام کرتا ہے اور دوسرا وہ مرد جس کو اللہ نے مال دیا پس وہ دن رات اس مال میں سے خرچ کرتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ مال کی غنیٰ اور وسعت تب لائق تعریف ہے جب بندہ اللہ کے راستے میں کثرت کے ساتھ خیرات کرے۔ اللہ رب العزت نے اس آیت میں آپ کی مال کی وسعت کے ساتھ تعریف فرما کر آپ کے اللہ کے راستے میں کثرت کے ساتھ خرچ کرنے پر مہر تصدیق لگا دی۔ جس پر بہت سے دلائل پہلے گزر چکے ہیں۔

-5 اللہ رب العزت نے حضرت مسطح کے معاملے میں آپ کی تادیب فرمائی اور یہی اللہ کی سنت ہے کہ جب اللہ کے پیاروں سے کوئی کام ایسا سرزد ہو جاتا ہے تو اللہ ان کی تادیب فرماتا ہے۔

-6 اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اپنے عفو و درگزر اور مغفرت و بخشش کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مسطح کو معاف کرنے پر معلق فرمایا۔

یعنی اے صدیق! (رضی اللہ عنہ) اگر تو مسطح کو معاف کر دے گا تو اللہ تیری بھی بخشش فرما دے گا۔ چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے مسطح کو معاف فرمایا اور اس کی خطا کو بخش دیا اور اس کا خرچہ بحال کیا۔ تو یقیناً اللہ رب العزت نے بھی اپنے وعدہ کے مطابق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بخش دیا اور آپ سے عفو و درگزر فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مغفور ہونا قرآن کی نصِ قطعی سے ثابت ہے۔

7- اولو الفضل والسعة جمع کا صیغہ ہے اور جب واحد شخص پر جمع کا اطلاق کیا جائے تو اس کی تعظیم کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔

حضرت صدیق، خلیفہ برحق ہیں

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○ (النور: 55)

ترجمہ: ''اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے، جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ ان کو ضرور بہ ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور ضرور بہ ضرور ان کے اس دین کو محکم اور مضبوط کر دے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند فرما لیا ہے۔ اور ضرور بہ ضرور ان کے خوف کی کیفیت کو امن سے بدل دے گا، وہ لوگ جو میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جن لوگوں نے اس کے بعد ناشکری کی تو وہی لوگ فاسق ہیں۔''

یہ آیت کریمہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی حقانیت و صداقت پر بہت قوی اور مضبوط دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ رب

العزت نے مومنین صالحین سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کو زمین میں خلافت، تمکن اور اقتدار عطا فرمائے گا، اور یہ اقتدار و خلافت ظاہر ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے وصال اقدس کے بعد ہوگا، اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی موجودگی میں کسی اور کا متمکن، خلیفہ اور مقتدر ہونا تصور میں بھی نہیں آ سکتا ہے، اور یہ بات بداھۃً معلوم ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد خلیفہ بلافصل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نامزد ہوئے تمام مہاجرین و انصار حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور جمیع صحابہ کرام نے حضرت صدیق کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ سو اگر اللہ رب العزت کا وعدہ حضرت صدیق سے نہیں تھا بلکہ کسی اور سے تھا تو چاہئے تھا کہ بہر صورت وہی خلیفہ نامزد ہوتا اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی کیونکہ اللہ رب العزت کے وعدہ کے خلاف ہونا ناممکن اور محال ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۝ (آل عمران: 9)

ترجمہ: ''بے شک اللہ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں فرماتا۝''

وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ۝ (الزمر: 20)

ترجمہ: ''اللہ کا وعدہ (سچا ہے) اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۝''

اور جب بیعت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی اور آپ کو ہی خلیفہ نامزد کیا گیا اور آپ پر ہی تمام مہاجرین و انصار و جمیع صحابہ کرام متفق ہو گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت صدیق کی خلافت برحق تھی اور اللہ رب العزت بھی آپ کی خلافت سے راضی تھا وگرنہ اللہ کے وعدہ کے خلاف کبھی نہ ہوتا اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہتا۔ اہلِ تشیع کو بہت دور کی سوجھی انہوں نے کہا کہ اس آیت سے مراد امام مہدی رضی اللہ عنہ ہیں، لیکن اگر ''منکم'' میں غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس آیت کے اولین مخاطب صحابہ کرام ہیں اور انہی صحابہ کرام میں سے خلیفہ کی تقرری ہو گی اور ظاہر ہے کہ حضرت امام مہدی کا حاضرین و صحابہ میں ہونا تو کجا ابھی تک آپ کا تولد بھی نہیں ہوا۔

حضرت صدیق کی خلافت پر قرائن

حضور نبی مکرم ﷺ نے اگرچہ واضح الفاظ میں نام لے کر خلیفہ کا تعین و تقرر نہیں کیا لیکن ایسے قرائن اور اشارات و کنایات فرما دیئے جس سے ہر ذی شعور و ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ یہ خلافت صدیقی کا اعلان ہے۔ اس پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

1- "عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا قالت، قال رسول اللّٰہ ﷺ لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم غیرہ."

(جامع ترمذی: کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللّٰہ عنہ، رقم الحدیث:3673، دار المعرفہ بیروت)

ترجمہ: "ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی قوم کے لیے مناسب نہیں جن میں ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) موجود ہوں کہ ان کی امامت ان (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کوئی اور شخص کروائے۔"

2- عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ ان امرئة سألت رسول اللّٰہ ﷺ شیئا، فامرھا ان ترجع الیہ، قالت: یا رسول اللّٰہ ﷺ ارایت ان جئت فلم اجدک؟ قال ابی:

کانها تعنی الموت قال فان لم تجدینی فات ابابکر.

صحیح بخاری : کتاب الاحکام، باب الاستخلاف، رقم الحدیث: 7220......صحیح بخاری: 3659-7360...... صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث:6129-6130 دار المعرفہ بیروت......صحیح ابن حبان:6656......المعجم الکبیر:1557...... الطبقات الکبریٰ: جلد3 صفحہ:177)

ترجمہ: ''محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کسی چیز کے بارے میں پوچھا، آپ ﷺ نے اسے دوبارہ آنے کا حکم فرمایا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں آؤں اور آپ ﷺ کو نہ پاؤں تو؟ (محمد بن جبیر) فرماتے ہیں کہ میرے والد (جبیر بن مطعم) نے فرمایا: گویا وہ عورت آپ ﷺ کا وصال مراد لے رہی تھی۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آنا۔''

3- عن عائشة رضی اللہ عنها قالت: قال رسول اللہ ﷺ فی مرضه. ادعی لی ابابکر و اخاک، حتی اکتب کتابا، فانی اخاف ان یتمنّی متمن و یقول قائل: انا اولیٰ، و یابی اللہ والمومنون الا ابابکر.

(صحیح مسلم : کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث:6181 دار الکتب العربی، بیروت......مسند احمد:25488)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایام مرض میں مجھ سے فرمایا: میرے لیے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ

مجھے خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا:
''میں زیادہ حق دار ہوں'' اور اللہ عزوجل اور مومنین ابوبکر کے
غیر کا انکار کر دیں گے۔''

4- عن ابی سعید، ان رسول اللہ ﷺ جلس علی المنبر فقال: عبد خیرہ اللّٰہ بین ان یوتیہ زھرۃ الدنیا و بین ما عندہ، فاختار ما عند اللّٰہ فبکٰی ابوبکر و بکی فقال: فدیناک بآبائنا و امھاتنا، قال: کان رسول اللہ ﷺ ھو المخیر، و کان ابوبکر اعلمنا بہ: و قال رسول اللہ ﷺ ان امن الناس عَلَیَّ فی مالہ و صحبتہٖ ابوبکر، ولو کنت متخذا خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلا، ولکن اخوۃ الاسلام، لا تبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر.

(صحیح بخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب الخوخۃ والممر فی المسجد، رقم:466، و فی کتاب الصحابۃ: باب ھجرۃ النبی ﷺ و اصحابہ الی المدینۃ، رقم الحدیث:3904 دارالکتب العربی، بیروت......صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ، رقم الحدیث: 6120، دارالکتب العربی، بیروت......سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب: مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ، رقم الحدیث:3660، دارالمعرفہ بیروت......مسند احمد:1150، مصنف ابن ابی شیبہ:3126......صحیح ابن حبان:2861، سنن نسائی کبریٰ:8103......الاستیعاب: جلد3 صفحہ:967، صفۃ الصفوۃ: جلد1 صفحہ:243)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (اپنے مرض وصال میں) منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ایک بندے کو اللہ نے دنیا کی زینت اور جو اس کے پاس ہے اس میں اختیار دیا ہے پس اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا

جو اس کے پاس ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) رونے لگ گئے اور عرض کرنے لگے: ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ (راوی کہتے ہیں کہ) وہ اختیار نبی مکرم ﷺ کو دیا گیا تھا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ جاننے والے تھے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اپنے مال اور اپنی صحبت کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ لوگوں میں سے احسان کرنے والا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہے اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اخوت اسلامی ہے۔ مسجد میں کوئی کھڑکی باقی نہ رہے سوائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی کھڑکی کے (اشارہ خلافت کی طرف تھا)۔"

5- عن عائشة رضی اللّٰه عنها: ان النبی ﷺ اَمرَ بسد الابواب الاباب ابی بکر.

(جامع ترمذی: کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث:3678، دارالمعرفہ بیروت)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کرنے کا حکم فرمایا۔"

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں علماء کا اتفاق ہے کہ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اشارہ ہے۔ (تاریخ الخلفاء: 187، پروگریسو بکس لاہور)

6- عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰه عنه، قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ما من نبی الا وله وزیران من اهل

السمآء و وزیران من اهل الارض، فاما وزیر ای من اهل السمآء فجبرائیل و میکائیل، و اما وزیر ای من اهل الارض فابوبکر و عمر.

(سنن الترمذی : ابواب المناقب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللّٰہ عنہ، رقم الحدیث: 3680 دارالمعرفہ بیروت......المستدرک: رقم الحدیث: 3047......تھذیب الاسمآء: جلد2 صفحہ:478)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لیے دو وزیر آسمان میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ پس آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر، جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) و عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔''

7- عن ابن عمر رضی الله عنه قال: کنا نصد و رسول الله ﷺ حیٌ و اصحابه متوافرون ابوبکر رضی اللّٰه عنه و عمر رضی اللّٰه عنه و عثمان رضی اللّٰه عنه ثم نسکت.

(مسند احمد : رقم الحدیث: 4626......مصنف ابن ابی شیبہ : رقم31936......مسند ابو یعلی : رقم الحدیث:5784......المعجم الکبیر للطبرانی: جلد12 صفحہ:345، رقم الحدیث:13301)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں جبکہ آپ کے صحابہ کرام کافی تعداد میں تھے، ہم اس طرح شمار کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر خاموش ہو جاتے۔'' (یہی ترتیب

خلافت ہے)۔

8- عن حذيفة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: اقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر و عمر۔

(سنن الترمذی: کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: 3663-3662 دار المعرفه، بیروت ...... سنن ابن ماجه: المقدمه، باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ فضل ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، رقم الحدیث: 97، دار السلام ریاض، مسند احمد: رقم: 23889)

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ابوبکر (رضی اللہ عنہ) و عمر (رضی اللہ عنہ) کی اقتداء کرنا۔''

9- عن عائشه ام المومنين انها قالت: ان رسول الله ﷺ قال في مرضه مروا ابابكر يصلي بالناس قالت عائشه قلت ان ابابكر اذا قام في مقامك لم يسمع الناس من البكاء فمر عمر فليصل للناس فقالت عائشه فقلت لحفصة قولي له ان ابابكر اذا قام في مقامك لم يسمع الناس من البكاء فمر عمر فليصل ففعلت حفصة فقال رسول الله ﷺ مَهْ انكن لانتن صواحب يوسف مروا اباكر فليصل بالناس.

(صحیح بخاری: کتاب الاذان، باب اهل العلم والفضل احق بالامامة، رقم الحدیث: 679 ...... صحیح بخاری: رقم الحدیث: 716-7303 ...... صحیح مسلم: کتاب الصلوة، باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر، رقم الحدیث: 948,943,941,940,936 دار الکتب العربی بیروت ...... سنن ترمذی: کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر

رضـی الـلّٰـہ عنـہ، رقم الحدیث: 3672، دار المعـرفـہ بیـروت.....صحیح ابن حبان: رقم:6601.....مسند احمد: رقم:25701,24691)

ترجمہ: ''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے مرض وصال میں ارشاد فرمایا: ابوبکر کو (میری طرف سے) حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آپ ﷺ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو وہ کثرت گریہ کی وجہ سے لوگوں کو (کچھ بھی) سنا نہیں سکیں گے۔ آپ، عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا کہ آپ حضور اقدس ﷺ سے عرض کریں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آپ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو کچھ سنا نہیں سکیں گے۔ پس آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: رک جاؤ! بے شک تم صواحب یوسف کی طرح ہو۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو (میری طرف سے) حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

قارئین! اس حدیث میں واضح دلیل ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب اور قائم مقام مقرر فرمایا اور آپ کو منصب امامت عطا فرما کر عملی طور پر آپ کی خلافت کا اعلان فرمایا۔ کیونکہ یہاں اگر فقط نماز پڑھوانا مقصود تھا تو تمام صحابہ موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ،

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ جو یقیناً منصب امامت کے اہل تھے ان کی موجودگی میں بطور خاص تاکیداً اپنا مصلیٰ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمانا جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام بھی تجویز کیا۔اس بات کی بین دلیل و برہان ہے کہ یہاں فقط نماز کا معاملہ نہیں تھا بلکہ بالفعل خلافت صدیقی کی طرف اشارہ تھا۔ بلکہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ایک نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے) تو حضور اقدس ﷺ اس پر غضب ناک ہوئے اور آپ نے تاکیداً فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہی تم لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حدیث کے لفظ ہیں:

لما سمع النبی ﷺ صوت عمر، قال ابن زمعة: خرج النبی ﷺ حتی اطلع راسه من حجرته ثم قال: "لا، لا، لا، لیصل للناس ابن ابی قحافة" یقول ذلک مغضبا.

(سنن ابوداؤد: کتاب السنة، باب فی استخلاف ابی بکر، رقم الحدیث: 4661، دارالسلام ریاض)

ترجمہ: "جب نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز کو سنا۔ ابن زمعہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے سر انور کو حجرہ سے باہر نکالا پھر فرمایا: نہیں، نہیں، نہیں۔ لوگوں کو ابن قحافہ یعنی (حضرت) ابوبکر نماز پڑھائیں، اور یہ بات آپ نے غضب ناک ہوکر فرمائی۔"

دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

خرج عبداللّٰه بن زمعة فاذا عمر فی الناس، کان ابوبکر غائبا، فقلت: یا عمر: قم فصل بالناس، فقدم

فکبر، فلما سمع رسول اللہ ﷺ صوتہ. و کان عمر رجلا مجھرا، قال فاین ابوبکر؟ یابی اللہ ذلک والمسلمون، یابی اللہ ذلک والمسلمون، فبعث الی ابی بکر فجاء بعد ان صلی عمر تلک الصلوٰۃ فصلی بالناس.

(سنن ابوداؤد: کتاب السنۃ، باب فی استخلاف ابی بکر، رقم الحدیث: 4660، دارالسلام ریاض)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن زمعۃ رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں موجود ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غائب ہیں (آپ فرماتے ہیں) میں نے کہا: اے عمر (رضی اللہ عنہ)! آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں پس آپ آگے بڑھے اور تکبیر کہی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے آپ کی آواز کو سماعت کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونچی آواز والے تھے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ اللہ عزوجل اور مسلمان اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ (کہ میرے بعد میرے مصلی پر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کوئی اور کھڑا ہو)۔'' پس حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کسی کو بھیجا پس وہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے بعد آپ نے دوبارہ لوگوں کو نماز پڑھائی۔''

اس حدیث سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کی کتنی تاکید فرمائی اور غضب ناک ہو کر دوبارہ

یہاں تک فرمایا کہ یابی اللہ ذلک والمسلمون کہ اللہ بھی انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ شدت اور غضب اور نماز کا دوبارہ پڑھوانا اس لیے تھا کہ حضور اقدس ﷺ کو معلوم تھا کہ میرا وقت وصال قریب ہے۔ لہٰذا آپ نے اپنا مصلیٰ تمام صحابہ کی موجودگی میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ تاکہ امر خلافت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اولویت اور استحقاق کے متعلق ادنیٰ شبہ بھی کسی کے ذہن میں باقی نہ رہے اور تمام صحابہ حضور اقدس ﷺ کی جانشینی کے متعلق بغیر تامل آپ ہی کا انتخاب کردیں اور پھر یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تقریباً 17 نمازیں حضور اقدس ﷺ کے مرض وصال میں پڑھائیں، اس دوران میں بھی آپ نے منع نہیں فرمایا۔ اور اگر اللہ کا منشاء بھی یہ نہ ہوتا تو اللہ وحی بھیج کر آپ کو منع فرمادیتا۔ سو جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے تو معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کی خوشنودی اور رضا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نائب اور خلیفہ ہونے میں تھی۔

نگاہِ مرتضوی میں خلافت صدیقی

یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہ کرام، خواہ وہ بدری صحابہ ہوں یا مہاجرین و انصار، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہج البلاغہ میں بڑا مشہور خطبہ ہے جس میں آپ نے خلیفہ اسی کو قرار دیا جس پر تمام مہاجرین و انصار اور بدری صحابہ متفق ہو جائیں اور یقیناً حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر تمام صحابہ متفق تھے۔ چنانچہ روایت کے لفظ یہ ہیں:

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر وعثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھدان یختار ولا للغائب ان یرد و انما الشوری للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی فان من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ اِلٰی ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعۃ غیر سبیل المومنین ولا ما تولی.

(نہج البلاغۃ کتاب نمبر6)

ترجمہ: ''میرے ساتھ انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جن لوگوں نے ابوبکر وعمر وعثمان (رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بیعت کی تھی۔ پس کسی حاضر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ میرے بغیر کسی دوسرے شخص کو

خلیفہ بنائے اور نہ کسی غائب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ (ایسی خلافت کو) رد کرے اور (انعقاد و خلافت میں) مشورہ کا حق اور انتخاب کا اختیار صرف مہاجرین و انصار کو ہے پس جس آدمی پر ان کا اجماع اور اتفاق ہو جائے اور اس کو امام و امیر کے نام سے موسوم کریں تو انہیں کا اجماع اور امیر بنانا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی ہے۔ پس جو شخص بھی ان کے اجماعی فیصلہ پر طعن کرتے ہوئے یا نیا راستہ اختیار کرتے ہوئے اس سے الگ ہونا چاہے تو اس کو اسی اجماعی فیصلہ کی طرف لوٹانے کی کوشش کرو، اور اگر واپس آنے اور موافقت کرنے سے انکار کرے تو اس کے خلاف جنگ کرو، اس بنیاد پر کہ اس نے مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ادھر ہی پھیر دیا ہے جس طرف وہ اپنی مرضی سے پھرا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے چند امور معلوم ہوئے:

1- آپ مہاجرین و انصار کے انتخاب اور کسی بھی شخص کو خلافت کے لیے نامزد کرنے کو نہ صرف درست اور صحیح سمجھتے تھے بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کی رضامندی قرار دیتے تھے۔

2- آپ ان کے اجماع و اتفاق سے طے ہونے والے معاملے کو راہِ ہدایت اور راہِ حق سمجھتے ہیں اور اس کی مخالفت کو گمراہی و ضلالت سمجھتے ہیں۔ اسی لیے الگ ہونے والے کو طاعن اور بدعتی فرمایا اور اس کو ہر قیمت پر مہاجرین و انصار کے اختیار کردہ راستہ کی طرف لوٹانے کا حکم دیا۔ اگر دوسری طرف بھی ہدایت اور حقانیت کا امکان ہوتا تو اس سے پھیرنا کیونکر واجب و لازم ہو سکتا

تھا اور جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام مہاجرین و انصار کا اتفاق ہو گیا تو نگاہِ مرتضوی میں اللہ جل مجدہ کی خوشنودی اور رضا بھی اسی امر پر تھی اب اس نظریہ وعقیدہ پر جو قائم ہو گیا وہ راستی اور سچائی کی راہ پر گامزن ہوا اور جس نے اس نظریہ وعقیدہ سے انحراف کیا تو وہ گمراہ، بے دین، بدعتی اور جہنم کا ایندھن قرار پایا۔

3- واپس نہ آنے والے کو آپ نے واجب القتال قرار دیا اور اہلِ حق کے خلاف جہاد واجب تو کجا جائز بھی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا قتال و جہاد کو واجب قرار دینا بھی اس حقیقت کی بین دلیل ہے کہ مہاجرین و انصار کی مخالفت کرنا صرف غلط ہی نہیں ناقابلِ برداشت اور ناقابلِ عفو جرم ہے۔

4- ان کے خلاف چلنے والے کو ولاہ اللہ ما تولی کہہ کر یہ بھی واضح کر دیا کہ جب جدوجہد اور سعی و کوشش کے باوجود وہ واپس نہیں آتا تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت قاہرہ غالبہ سے اسے گمراہی کے راستہ پر ڈال دیا، اس لیے راہِ راست پر چلنے کی صلاحیت اور لیاقت بھی اس سے چھن گئی اور وہ سقر کے راستہ پر گامزن ہو گیا۔

حضرت علی کا یہ استدلال و استشہاد قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النسآء: 115)

ترجمہ: ''اور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ ہدایت اس پر واضح ہو گئی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے، اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۝''

ایک اور اسی طرح کی روایت "کشف الغمہ" جو اہلِ تشیع کی معتبر کتاب ہے، میں ہے:

ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: میں آپ کے ساتھ بیعت کرتا ہوں۔ جواباً شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لیس ذالک الیکم انما ذٰلک لاھل بدر فمن رضوا بہ فھو خلیفہ.. (کشف الغمہ صفحہ:23 مطبوعہ ایران)

ترجمہ: "یہ تمہاری ذمہ داری نہیں ہے بلکہ یہ اہلِ بدر مہاجرین و انصار کا حق ہے جس پر وہ راضی ہو جائیں وہی خلیفہ ہے۔"

اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واشگاف الفاظ میں اس شخص کو خلیفہ برحق اور خلیفہ راشد قرار دیا جس پر مہاجرین و انصار متفق اور راضی ہوں، اور لاریب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر تمام اہلِ بدر مہاجرین و انصار متفق اور راضی تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ نگاہِ مرتضوی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق اور خلیفہ راشد تھے۔

اسی "کشف الغمہ" میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل اور نظریہ و عقیدہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں اس طرح مندرج ہے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ھذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابی طالب معاویۃ بن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم علیہ ولایۃ امر المسلمین علیٰ ان یعمل فیھم بکتاب اللّٰہ و سنۃ رسول اللّٰہ و سیرۃ الخلفاء الراشدین.

(کشف الغمہ جلد1 صفحہ:570)

ترجمہ: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ معاہدہ و پیمان ہے جس پر (حضرت) حسن بن علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے معاویہ بن سفیان کے ساتھ مصالحت کی ہے۔ انہوں نے معاویہ بن سفیان کے ساتھ مصالحت کی کہ ان کو اہلِ اسلام کی ولایت اس شرط پر سونپی جاتی ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کی سیرت کے مطابق عمل کرے۔''

فائدہ: اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین سمجھتے تھے ورنہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر فرماتے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا چونکہ اختلاف رہا لہٰذا قرین قیاس یہی ہے کہ یہاں خلفائے راشدین سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ تمام روایات کتب اہلِ تشیع سے ماخوذ ہیں، اور اہلِ تشیع اگر ان روایات کو تسلیم کریں تو ان کے مذہب غیر مہذب کی تمام بنیادیں منہدم ہو جائیں اس لیے انہوں نے ان تمام روایات کی تاویل فاسد یہ کی کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تقیہ تھا۔ ایک مرتبہ راقم الحروف کا ایک ایران کے فاضل شیعہ کے ساتھ مباحثہ ہوا جس میں اس نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو باطل ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ راقم نے اسے کہا کہ یہ حدیث تم بھی تسلیم کرتے ہو اور ہماری کتب اہلِ سنت میں بھی یہ روایت موجود ہے کہ ''علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے'' اور ایک روایت میں ہے کہ '' علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے'' (رضی اللہ عنہ) سو اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت باطل تھی تو کیا وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ

پر بیعت کی ان کے تمام زمانہ خلافت میں کوفہ کی جامع مسجد میں برسرِ منبر ان کی توصیف و تحسین پر مبنی خطبے پڑھتے رہے۔ یا تو یہ تسلیم کرلو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باطل کے ساتھ سمجھوتہ ہوسکتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ظالموں کے مددگار بلکہ ان کے مداح ہو سکتے ہیں یا پھر یہ تسلیم کرلو کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نگاہِ مرتضوی میں خلیفہ برحق ہیں۔

جب اس سادہ سی اور معقول بات کا جواب اس شیعی فاضل سے نہ بن پڑا تو سیخ پا اور مشتعل ہوکر زبان درازی اور سب وشتم پر اتر آیا۔ کسی نے سچ کہا ہے:

اذا یئس الانسان طال لسانہ.

نیز جو تاویل فاسد انہوں نے کی کہ اہلِ بیت تقیہ کرتے رہے ان کا اندر کا نظریہ کچھ اور تھا باہر کا کچھ اور۔ اس تاویل فاسد سے اہلِ بیت کا بزدل و کمزور ہونا ثابت ہوتا ہے ان کی جرات، شجاعت، استقامت اور استقلال پر حرف آتا ہے اور یہ یقیناً مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شدید توہین و تنقیص اور ان کے ساتھ قلبی بغض وعداوت پر دلیل ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو "اسد اللہ" اور "لا فتی الا علی" کی شان سے متصف ہوں جن کی تلوار حیدری کے سامنے کفر کے بڑے بڑے نامور شہزور عاجز و درماندہ ہو جائیں اور میدانِ جنگ میں ان کے قدم اکھڑ جائیں۔ اور جو خود فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! علی بن ابی طالب کو موت اس طرح پسند ہے جیسے دودھ پیتے بچے کو ماں کا دودھ پسند ہوتا ہے۔ (نہج البلاغۃ) نیز فرماتے ہیں کہ اگر علی ابن ابی طالب کے مقابلے میں ساری دنیا آ جائے تو علی کے دل میں کوئی خوف اور کسی قسم کا کھٹکا نہ ہوگا اور علی بغیر خوف وخطر ان تمام سے برسرِ پیکار ہو گا۔ (نہج البلاغۃ) بھلا جس کی قوت و طاقت جرات و شجاعت اور استقامت و پامردی کا یہ عالم ہو ان سے یہ بات کب تصور میں آ سکتی ہے کہ وہ کسی کے ڈر و خوف کی بناء پر اس سے بیعت کرے۔ ان کا وزیر ومشیر بنے ان کے پیچھے نمازیں

پڑھے اور یہ ڈر و خوف اتنا شدید ہو کہ اپنے زمانہ خلافت میں جبکہ ان کو وصال فرمائے کئی برس گزر چکے ہوں وہ ان کی مدح میں رطب اللسان رہیں؟ کیا واقعی شیر خدا کی یہی شان ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ شیر خدا کی شان تو یہ ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

بھلا جن کی تعلیم و تربیت اور فیض و نظر سے ان کے لخت جگر نواسہ رسول امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ شان ہو کہ وہ میدانِ کربلا میں 72 تنوں کا سر سے جدا ہونا، گھوڑوں کی ٹاپوں کا برداشت کرنا، پیاسا رہنا، تپتی ریت پر جلنا، نیزوں کے واروں کا برداشت کرنا سب کچھ خوشی سے قبول کریں لیکن ظالم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا گوارا نہ کریں، اور ظلم کے ساتھ سمجھوتہ نہ کریں۔ کیا ان کے والد جو اسداللہ الغالب کے لقب سے آفاق عالم میں مشہور ہیں اور جن کی نگاہِ توجہ سے حضرت امام حسین کو یہ جرات و استقامت میسر ہے وہ ڈر کر، دب کر اور عاجز ہو کر العیاذ باللہ ظلم کے ساتھ سمجھوتہ کریں اور ظالموں کے ہاتھ میں ہاتھ دیں۔ واللہ! یہ مولائے کائنات پر بہت بڑا بہتان اور افتراء ہے اور شان مرتضوی کی کھلی توہین و بے ادبی ہے۔ خدا عزوجل کی قسم! اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق و راشد نہ سمجھتے تو کبھی مولا علی رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ظاہر تھا وہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باطن تھا اور یہ دوغلی پالیسی اور منافقانہ روش کہ اندر کچھ ہو اور باہر کچھ ہو، کوئی دنیادار اور اقتدار کا حریص ہی کر سکتا ہے، تاجدارِ ولایت کے قطعاً لائق نہیں۔

حضرت صدیق اللہ کے محبّ و محبوب ہیں

ایمان کا اقتضاء یہ ہے کہ اللہ رب العزت اور اس کے حبیب مکرم ﷺ سے ہر شے سے بڑھ کر محبت کی جائے، دنیا کی کسی شے سے محبت اگر اللہ عزوجل اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت سے بڑھ گئی تو ایمان ہی باقی نہ رہے گا۔ یہی محبت اصلِ ایمان، اساسِ دین اور روحِ اسلام ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. (البقرۃ: 165)

ترجمہ: ''اور جو ایمان والے ہیں انہیں اللہ سے انتہائی شدت کی محبت ہے۔''

نیز فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (التوبۃ: 24)

ترجمہ: ''تم فرماؤ! اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال، اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہارے پسند کے

مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول، اور اس کی راہ میں لڑنے
سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم
لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتاO"

حدیث پاک میں ہے:

عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال: قال النبی ﷺ. لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین.

(صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب حب الرسول ﷺ من الایمان، رقم الحدیث: 15 دارالکتب العربی بیروت......صحیح مسلم: رقم الحدیث: 168......سنن نسائی: رقم: 5028......سنن ابن ماجہ: 67......مسند ابویعلی: 3049......صحیح ابن حبان: 179...... شعب الایمان: 1374......مسند احمد: 12814......شرح السنہ: 22......المعجم الاوسط: 2854...... سنن دارمی: 274)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

عن انس، عن النبی ﷺ قال ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان: ان یکون اللّٰہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما، ان یحب المرء لا یحبہ الا للّٰہ، و ان یکرہ یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار.

(صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، رقم الحدیث: 16، دارالکتب العربی

بیروت......صحیح مسلم : کتاب الایمان، باب خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الایمان، رقم الحدیث: 163، دارالکتب العربی......سنن الترمذی: کتاب الایمان باب ما جآء فی ترک الصلوٰۃ، رقم الحدیث: 2624، دارالمعرفه بیروت......مسند احمد : 12328......مسند ابویعلیٰ: 3279......صحیح ابن حبان: 237 شعب الایمان: 1624)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین باتیں جس میں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت اور چاشنی پا لے گا۔ یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اسے باقی تمام سے زیادہ محبوب ہو، اور یہ کہ وہ کسی سے محبت صرف اللہ کے لیے رکھے اور یہ کہ وہ کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جس طرح وہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔''

اور اللہ رب العزت نے اپنی محبت کو اتباع اور نسبت رسول ﷺ میں مضمر کر دیا ہے۔ کوئی انسان اس وقت تک اللہ کے ساتھ محبت کے مقام پر فائز نہیں ہوسکتا جب تک وہ حضور نبی مکرم ﷺ کے اقوال و افعال کی پیروی، اطاعت اور اتباع نہیں کرتا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (اٰلِ عمران: 31)

ترجمہ: ''اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۝''

یعنی یہ نسبت اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کا اعجاز ہے کہ انسان فقط خدا عزوجل کا محب ہی نہیں بلکہ محبوب بن جاتا ہے۔ نیز اسی اطاعت و فرمانبرداری اور اتباع و پیروی سے تقویٰ کی دولت بھی نصیب ہوتی ہے، کیونکہ تقویٰ نام ہی حضور

اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کی پیروی اور آپ کے مکارم اخلاق اور سیرت کو اپنانے کا ہے اور آپ نے پیچھے پڑھا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ صرف متقی نہیں بلکہ ''اتقی'' ہیں۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَىO الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰىO

ترجمہ: ''اور جہنم سے وہ شخص جو سب سے بڑا متقی ہے، بہت دور رکھا جائے گاO جو اپنا مال تزکیہ نفس کے لیے دیتا ہےO''

جس کا مفاد یہ ہے کہ اس امت میں سب سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کی پیروی اور آپ کی اتباع کرنے والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی اتباع کامل کا ثمرہ و نتیجہ اللہ رب العزت کی محبوبیت کی سند اور مقام ہے۔ سو جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ اس امت میں حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرنے والے ہیں تو لاریب اس امت میں سب سے زیادہ اللہ کی بارگاہ میں محبوبیت بھی آپ ہی کو نصیب ہے جس پر یہ آیت واضح دلیل ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌO

(المائدہ: 54)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا، تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے کر آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گا، وہ مومنوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں

ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرماتا ہے
اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہےO"

اس آیت کریمہ کا مصداق اتم حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔ کیونکہ یہ بات تاریخ سے ثابت ہے اور کسی ایک منکر و متعصب کو اس سے مجال انکار نہیں کہ اسلام میں مرتدین کے ساتھ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنگ کی۔ جب محبوب کریم ﷺ کا انتقال ہوا تو عرب کے بہت سے قبائل مرتد ہو گئے۔ نبوت کے مدعیوں نے سر اٹھا لیا۔ بعض قبائل نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کر کے راہِ ارتداد اپنائی۔ ہر طرف سے فتنوں کی موجیں امڈ امڈ کر آنے لگیں۔ یہی وقت ایمان کی استقامت، جرات و بہادری اور استقلال و ثبات کے امتحان کا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عین اس کڑے وقت میں مرتدین کے ساتوں فرقوں کا استیصال کیا۔ آپ ہی کی جدوجہد کے نتیجہ میں اسلام کو استقامت ملی اور شرق و غرب میں اسلام پھیلنے لگا اور تمام دنیا کے متمول حکمران مغلوب ہونے لگے اور اسلام کے علاوہ باقی ادیان اور ملل کے چراغ بجھنے لگے اور آفتاب اسلام پوری آب و تاب سے جگمگانے لگا اور اسلام ایک غالب دین کی حیثیت سے پوری دنیا میں متعارف ہوا۔ اس آیت کی تفسیر میں یہی مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ، حضرت امام حسن، حضرت قتادہ، ضحاک اور ابن جریج اور دیگر بہت سے صحابہ و تابعین کبار کا ہے۔ اہلِ تشیع کا قول یہ ہے کہ اس آیت کے مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں، لیکن یہ نظریہ متعدد وجوہ سے درست نہیں۔ اولاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتدین کے ساتھ جنگ کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ ثانیاً یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ اس آیت کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں تو سوال یہ ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پوری آب و تاب کے ساتھ تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور جمیع صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے

دستِ مبارک پر بیعت کی، تو اہلِ تشیع کے نزدیک انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی نص صریح کا انکار کیا اور وہ سب کافر اور مرتد ہو گئے۔

کما قالوا ارتد الناس اِلا ثلاثة او اربعة.

(رجال کشی: صفحہ:16، انوار نعمانیہ: جلد1 صفحہ:18، روضہ کافی: صفحہ:296)

ترجمہ: ''تین صحابہ کے سوا تمام مرتد ہو گئے۔''

اور جب العیاذ باللہ تعالیٰ حضرت صدیق و فاروق سمیت تمام مہاجرین و انصار اہلِ تشیع کے زعم باطل میں مرتد ہو گئے تو اس آیت کے مطابق جو کہ اللہ کا وعدہ ہے اور جس کے خلاف ہونا ناممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تمام مرتدین سے قتال و جہاد کرتے اور ان کی بیخ کنی و استیصال کرتے ہوئے خود تخت خلافت پر متمکن ہوتے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتال و جہاد کرنا تو کجا حضرت علی رضی اللہ عنہ تو ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں، ان کے وزیر و مشیر بنے اور ان کے مداح بنے تو اب دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ العیاذ باللہ تعالیٰ اللہ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا، اور یہ نظریہ و عقیدہ کہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف کرتا ہے، قرآن کی نص و تصریح کے مقابل ہے اور کفر و ارتداد ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے اور یہی برحق ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ رب العزت کے محبوب اور حضور نبی کریم ﷺ کے سچے اور برحق خلیفہ اور تمام صحابہ کامل مومن و راسخ متقی ہیں۔ جبھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے قتال کے لیے منتخب نہیں کیا۔ اہل تشیع ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت بھی تجویز کریں ان کے لیے سم قاتل ہے۔

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی چند صفات بیان فرمائیں:

1- حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اللہ رب العزت کے محب و محبوب ہیں۔

2- مومنین پر نرم ہیں۔

3- کافروں پر سخت ہیں۔

4- اللہ جل مجدہٗ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔

5- شریعت کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔

6- ان پر اللہ کا فضل ہے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے محبوب اعظم

ان میں سے ہر ایک پر دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ علیٰ وجہ البصیرت معلوم ہو جائے کہ اس آیت کا مصداق سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں:

1- جہاں تک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اللہ رب العزت کا محبوب و محبّ ہونے کا معاملہ ہے یہ اس قدر واضح اور بین ہے کہ کسی قرآن کا نظر بصیرت سے مطالعہ کرنے والے پر مخفی و پوشیدہ نہیں۔ سابقہ سطور میں ہم نے مفصل قرآنی آیات سے بیان کیا کہ اللہ رب العزت نے مختلف مقامات پر آپ کی تحسین و توصیف فرمائی کہیں ''اتقیٰ'' فرمایا تو کہیں ''اکرم'' کہیں ''صاحب فضل و وسعت'' فرمایا تو کہیں ''تاجدارِ صداقت'' کہیں ''معہٗ'' کے ساتھ آپ کی افضلیت کو بیان فرمایا تو کہیں ''لصاحبہٖ'' کے ساتھ آپ کی عظمت کو بیان کیا اور یہ سب اللہ رب العزت کی آپ سے محبت کی دلیل ہے۔ لیکن ایک عقلی دلیل آپ کے محبوب و محبّ ہونے کی یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اللہ رب العزت کے نائب اعظم اور مملکت خداوندی کے وزیر اعظم ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ رب العزت کے ذات و صفات کے مظہر اتم ہیں۔ اس لیے جو اللہ رب العزت کا محبوب ہوگا یقیناً وہ حضور اقدس ﷺ کا بھی محبوب

ہے۔ جیسے اللہ رب العزت اور اس کے حبیب ﷺ کی رضا ایک ہے۔ جس پر اللہ راضی ہو گا یقینی و قطعی بات ہے اس سے حضور اقدس ﷺ بھی راضی ہوں گے اور جس سے حضور اقدس ﷺ راضی ہوں یقیناً اس سے اللہ جل مجدہٗ بھی راضی ہو گا۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ. (التوبہ: 62)

ترجمہ: ''اور اللہ اور اس کے رسول اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ اس کو راضی کرتے۔''

لہٰذا اس پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ کریں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کو کتنی محبت ہے۔ جو یقیناً آپ کے محبوب خدا عز و جل ہونے کی دلیل ہے۔

1- قالت عائشة رضی اللّٰه عنه لما ماتت خديجة جائت خولة بنت حكيم اِلیٰ رسول اللّٰه ﷺ فقالت: الا تزوج؟ قال من؟ قالت ان شئت بكراو ان شئت ثيبا؟ قال و من البكر و من الثيب؟ قالت اما البكر فابنة احب خلق اللّٰه اليک عائشة بنت ابی بكر رضی اللّٰه عنهما و اما الثيب فسودة بنت زمعة.

(المستدرک: رقم الحديث: 2704......المعجم الكبير : رقم الحديث: 157......السنن الكبریٰ : رقم الحديث: 13526 احاد والمثانی: رقم: 3006......مجمع الزوائد: جلد9 صفحہ:225)

ترجمہ: ''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا حضور رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں

آئیں اور عرض کی: کیا آپ شادی نہیں فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کس سے؟ انہوں نے عرض کی: آپ ﷺ چاہیں تو باکرہ سے، چاہیں تو ثیبہ سے نکاح فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: باکرہ کون ہے اور ثیبہ کون؟ انہوں نے عرض کی: باکرہ تو تمام مخلوق خدا میں آپ کے سب سے زیادہ محبوب کی بیٹی عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہیں اور ثیبہ سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں۔''

2۔ عن عمرو بن العاص رضی الله عنه ان النبی ﷺ بعثه علٰی جیش ذات السلاسل فاتیته فقلت ای الناس احب الیک؟ قال: عائشة فقلت: من الرجال فقال: ابوها قلت: ثم من؟ قال: عمر بن الخطاب فعد رجالا.

(صحیح بخاری : کتاب فضائل الصحابة، باب فضل عائشة رضی الله عنها، رقم الحدیث:3770، دارالکتب العربی بیروت......صحیح مسلم: کتاب فضل الصحابة، باب فی فضل عائشة رضی اللّٰه عنها، رقم الحدیث: 6250,6249 دارالکتب العربی، بیروت......سنن الترمذی : کتاب المناقب، باب فضل عائشة رضی اللّٰه عنها، رقم الحدیث: 3886-3885 دارالمعرفه بیروت...... سنن ابن ماجه : کتاب الاطعمة، باب فضل الثرید علٰی الطعام، رقم الحدیث:، 3281 دارالسلام ریاض......مسند احمد بن جنبل : رقم الحدیث: 17143......مسند ابویعلٰی : رقم الحدیث: 7345......المعجم الکبیر : رقم الحدیث: 114، التاریخ الکبیر : رقم الحدیث:1567)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے غزوہ ذات السلاسل کا امیر لشکر بنا کر روانہ فرمایا۔ جب میں واپس آیا تو آپ ﷺ کی خدمت میں عرض گزار ہوا: لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت

ہے؟ تو ارشاد فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے ساتھ۔ میں نے پھر عرض کی: مردوں میں سے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ۔ میں عرض کی: پھر ان کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ، اور پھر ان کے بعد چند دوسرے حضرات کے نام لیے۔"

3- عن عائشة رضی الله عنها عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه، قال: ابوبكر سيدنا و خيرنا واحبنا الٰی رسول الله ﷺ.

(سنن الترمذی : كتاب المناقب، باب: مناقب ابی بكر الصديق رضی اللّٰه عنه، رقم الحديث:3656، دار المعرفه بيروت......المستدرك: رقم:4421)

ترجمہ: "ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، امیر المومنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہم سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔"

4- عن ابی سعيد الخدری رضی اللّٰه عنه قال، قال رسول اللّٰه ﷺ، لو كنت متخذا خليلا غير ربی لاتخذت ابابكر.

(صحيح بخاری: كتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ رقم:3658,3657,3656,3654)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اپنے رب عزوجل کے علاوہ کسی کو خلیل (گہرا دوست) بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔"

5- عن انس رضی الله عنه: ان رسول اللّٰه ﷺ کان یخرج علٰی اصحابه من المهاجرین والانصار وهم جلوس وفیهم ابوبکر و عمر فلا یرفع الیه احد منهم بصره الا ابوبکر و عمر فانهما کان ینظران الیه و ینظر الیهما و یتبسمان الیه و یتبسم الیهما.

(سنن الترمذی: کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللّٰه عنه، رقم الحدیث: 3668، دار المعرفه بیروت...... مسند احمد: 12538......المستدرک: رقم: 418......المسند الطیالسی: رقم2064)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مجلس میں تشریف لایا کرتے، صحابہ کرام بیٹھے ہوتے تھے اور ان میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود ہوتے۔ ان صحابہ کرام میں سے کوئی بھی آپ ﷺ کی طرف نظریں اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا سوائے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے۔ پس یہ دونوں رخ انور کی طرف دیکھا کرتے تھے اور حضور اقدس ﷺ ان دونوں کی طرف دیکھا کرتے۔ وہ دونوں آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور آپ ﷺ ان دونوں کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔''

6- عن انس بن مالک قال کنا نجلس النبی ﷺ کانما علٰی رؤسنا الطیر ما یتکلم احد منا الا ابوبکر و عمر.

(مجمع الزوائد: جلد9 صفحه:53......المعجم الاوسط: رقم الحدیث:7782)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم حضور نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے تو ہماری حالت یہ ہوتی گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور ہم میں سے کوئی بھی کلام نہیں کر سکتا سوائے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے۔''

7- عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ خرج ذات یوم و دخل المسجد، و ابوبکر و عمر احدھما عن یمینه، والأخر عن شماله، وھو آخذٌ بایدیھما فقال: ھکذا نبعث یوم القیامة.

(سنن الترمذی: کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنه، رقم الحدیث: 3669، دار المعرفه بیروت......سنن ابن ماجه: المقدمة باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ، رقم:99)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن نبی مکرم ﷺ تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے اس حال میں کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ کے دائیں اور بائیں طرف تھے، اور حضرت اقدس ﷺ نے ان کے ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا۔ پس آپ نے فرمایا: اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھیں گے۔''

8- عن عبداللہ بن حنطب ان النبی ﷺ رای ابابکر و عمر فقال: ھذا ان السمع و البصر.

(سنن الترمذی: کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنه، رقم الحدیث: 3671، دار المعرفه بیروت)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا اور فرمایا یہ دونوں میرے کان اور آنکھ ہیں۔''

یہ حضور اقدس ﷺ کے انداز محبت، اطوار الفت کی چند مثالیں ہیں وگرنہ کتب احادیث کے تتبع سے بیسیوں ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

مومنین پر رحم دل

-2 اللہ رب العزت نے آپ کی یہ صفت بیان فرمائی کہ آپ مومنین پر نرم ہیں اور نبی مکرم ﷺ نے بھی آپ کی یہ صفت بیان کی ہے۔ حدیث میں ہے:

عن انس بن مالک قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ ارحم امتی بامتی ابوبکر و اشدھم فی أمر اللّٰہ عمر و اصدقھم حیاء عثمان.

(سنن الترمذی: کتاب المناقب، رقم الحدیث:3816......سنن ابن ماجہ: المقدمۃ باب فضائل اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ، رقم: 154، دارالسلام ریاض......السنن الکبریٰ للنسائی: رقم: 8242...... صحیح ابن حبان : رقم الحدیث: 7137......السنن الکبریٰ للبیھقی: رقم:11966......المستدرک: جلد3 صفحہ:424. یہ حدیث صحیحین کی شرط پر ہے اور امام ذہبی نے امام حاکم کی موافقت کی ہے۔ مسند احمد : رقم الحدیث: 12903......حلیۃ الاولیاء: جلد ▮ صفحہ:122......فضائل الصحابۃ للنسائی: رقم182)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں اور اللہ کے احکامات کے معاملے میں سب سے زیادہ شدت والے عمر (رضی اللہ عنہ)

ہیں اور حیاء کے اعتبار سے سب سے زیادہ مضبوط عثمان ہیں۔"

اور آپ کے مومنین پر نرم اور مہربان ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے سات ایسے غلاموں اور باندیوں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام لانے کی پاداش میں مکہ میں سخت عذاب دیا جاتا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں: حضرت بلال، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت زنیرہ، حضرت نہدیہ اور ان کی بیٹی، بنو مول کی باندی اور ام عبیس۔ (الاصابہ جلد2 صفحہ:343)

3- کفار پر سخت

تیسری صفت اللہ جل مجدہٗ نے یہ بیان فرمائی کہ وہ کفار پر سخت ہوں گے تو اس کا مصداق اتم بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پر یہ حدیث دلیل ہے:

عن ابی هریرة قال: لما توفی رسول اللّٰه ﷺ واستخلف ابوبکر بعده و کفر من کفر من العرب، قال عمر لابی بکر: کیف تقاتل الناس و قد قال رسول اللّٰه ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتّٰی یقولو الا اِلٰه اِلا اللّٰه عصم منی ماله و نفسه الا بحقه و حسابه علی اللّٰه، فقال واللّٰه لا قاتلن من فرق بین الصلاة والزکاة، فان الزکاة حق المال، واللّٰه لو منعونی عقالا کانوا یؤدونه اِلٰی رسول اللّٰه ﷺ لقاتلتهم علٰی منعه فقال عمر: فواللّٰه ما هو اِلا رایت اللّٰه قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انه الحق.

(صحیح بخاری: کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰه ﷺ، رقم

الحدیث: 7285,7284، دارالکتب العربی بیروت...... صحیح بخاری: اطراف الحدیث: 7285,6925,1457,1456,1400,1399...... صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتٰی یقولوا لا اِلٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ، رقم الحدیث: 124، دارالکتب العربی...... سنن ابوداؤد: کتاب الزکٰوۃ، باب وجوب الزکٰوۃ، رقم: 1557,1556 دارالسلام ریاض...... سنن الترمذی: کتاب الایمان، باب: ماجآء امرت ان اقاتل الناس حتٰی یقولوا لا اِلٰہ الا اللّٰہ، رقم: 2607، دارالمعرفہ بیروت......سنن النسائی: کتاب التحریم، باب: تحریم الدم، رقم: 3677، دارالسلام ریاض......مسند احمد: 13397,9139,68)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اس وقت اعراب میں کچھ لوگ کافر ہوگئے (کہ زکٰوۃ کی فرضیت سے انکار کر بیٹھے) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا حکم دیا۔ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ کیونکر قتال کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے مجھے حکم ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ لا اِلٰہ الا اللہ کہیں اور جس نے لا اِلٰہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنی جان اور مال بچا لیا مگر حق اسلام میں اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے (یعنی یہ لوگ تو لا اِلٰہ الا اللہ کہنے والے ہیں ان پر کیسے جہاد کیا جائے) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں اس سے جہاد کروں گا جو نماز و زکٰوۃ میں تفریق کرے گا۔ (یعنی نماز کو فرض مانے اور زکٰوۃ کی فرضیت سے انکار کرے) زکٰوۃ حق المال ہے۔ خدا کی قسم! وہ لوگ بکری کا بچہ جو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر کیا کرتے تھے اگر مجھے دینے سے انکار

کریں گے تو اس پر ان سے جہاد کروں گا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: واللہ! میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور اس وقت میں بھی پہچان گیا کہ وہی حق ہے۔''

4,5- مجاہد فی سبیل اللہ

چوتھی اور پانچویں صفت اللہ رب العزت نے آپ کی یہ بیان فرمائی کہ آپ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والے ہیں، اور یہ صفت بھی آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ آپ غزوۂ بدر و احد، حنین و خندق وغیرہ تمام مشاہد میں موجود رہے اور بالخصوص وہ جنگ جس کی وجہ سے آپ نے مرتدین کا استیصال کیا وہ آپ کے قابل ذکر کارناموں میں سرفہرست ہے۔ جس کا ذکر اجمالی طور پر ہم ''تفسیر ضیاء القرآن'' کے حوالہ سے کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْيُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ (الفتح: 16)

ترجمہ: ''فرما دیجئے: ان پیچھے رہ جانے والے بدوی عربوں کو کہ عنقریب تمہیں دعوت دی جائے گی ایسی قوم سے جہاد کی جو بڑی سخت جنگجو ہے تو ان سے لڑائی کرو گے یا وہ ہتھیار ڈال دیں گے پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھا اجر دے گا، اور اگر تم نے (اس وقت بھی) منہ موڑا جیسے پہلے تم نے

منہ موڑا تھا تو تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا۔"

"اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ دعوت جہاد ان قبائل کو کب دی گئی وہ قوم جس کو قرآن نے "اولی باس شدید" بڑی طاقتور اور جنگجو قوم کا خطاب دیا ہے، وہ کون سی قوم ہے۔ تاریخی روایات میں متعدد اقوال مذکور ہیں۔ انسان ان کے مطالعہ سے پریشان ہو جاتا ہے کہ ان میں سے کون سی روایت واقعہ کے مطابق ہے لیکن اگر قرآن کریم کے الفاظ میں غور کیا جائے تو حقیقت نکھر کا سامنے آ جاتی ہے اور کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ تمہیں ایسی قوم کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی جائے گی جو بڑی طاقتور، جنگجو اور بہادر ہو گی۔ اس کا انجام بھی قرآن نے بتا دیا کہ تقاتلونھم او یسلمون یعنی تم ان سے جنگ کر کے انہیں خاک و خون میں ملا دو گے یا وہ اسلام قبول کریں گے یا تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔ ان تصریحات کو سامنے رکھتے ہوئے اب آپ روایات کا غیر جانبداری سے مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ صحیح قول کون سا ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ غزوۂ خیبر کے بعد عہدِ رسالت میں کفر و اسلام کے درمیان مندرجہ ذیل معرکے ہوئے۔ غزوۂ موتہ، فتح مکہ، جنگ حنین و طائف، غزوۂ تبوک، ان میں سے کوئی بھی اس آیت کا مصداق نہیں بن سکتا۔ غزوۂ موتہ میں رومیوں کے ساتھ ٹکر ہوئی۔ مسلمانوں کی تعداد فقط تین ہزار تھی۔

رومیوں کی تعداد باختلاف روایات ایک لاکھ یا دو لاکھ تھی لیکن اس جنگ کا نتیجہ یقاتلون او یسلمون نہیں تھا۔ بلکہ مسلمانوں کے تین جرنیل شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ

عنہ نے لشکر کی قیادت سنبھالی۔ آپ کی جنگی مہارت، عبقریت اور بے مثال شجاعت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کا لشکر جو ٹڈی دل رومیوں کے محاصرہ میں پھنس گیا تھا اور جس کے بچنے کی بظاہر کوئی امید نہ تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسے دشمن کے محاصرہ سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ جنگ فیصلہ کن نہ تھی۔ بلکہ بعض نے تو انہیں بھگوڑا (فرارون) تک کہا۔ لیکن رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "بل انتم کرارون" اس کے بعد فتح مکہ کے لیے روانگی کا وقت آیا۔ ایک لشکر جرار ہمرکاب تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ثواب میں پہلے ہی خوش خبری دے دی تھی۔

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ. یعنی آپ ان شاء اللہ تعالیٰ مسجد حرام میں داخل ہوں گے امن کے ساتھ اور آپ کو قطعاً کوئی خوف نہ ہو گا۔ اس مژدہ کے بعد یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حضور ﷺ جنگ کے ارادہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اتنے بڑے لشکر کو لے جانے کا مقصد یہ تھا کہ کفار مکہ اتنے مرعوب ہو جائیں کہ اگر کسی کے دل میں شرارت اور فتنہ انگیزی کا خیال ہو بھی تو وہ اس کی ہمت نہ کر سکے۔ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب اسلام کی فوج ظفر موج اپنے ہادی و مرشد ﷺ کی زیر قیادت مکہ میں داخل ہوئی تو اکا دکا واقعات کے سوا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا اور جنگ کا تو اہلِ مکہ نے ارادہ تک نہ کیا۔ قریش مکہ اگر پہلے اولی باس شدید کا مصداق ہوں تو ہوں لیکن بدر، احد اور خصوصاً غزوۂ احزاب کے بعد تو ان میں یہ دم خم ہی نہ رہا تھا کہ وہ اسلام کے خلاف سینہ سپر ہو سکیں۔ اب تو وہ اپنی

دیرینہ ہٹ اور عداوت کو نباہ رہے تھے۔ ورنہ ان کی قوت کھوکھلی ہو چکی تھی۔ جب قریش کے حریف بنی بکر نے حضور ﷺ کے حلیف بنو خزاعہ پر شب خون مار کر عہد شکنی کی تو اہلِ مکہ کی نیند اڑ گئی۔ انہیں ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا کہ اب مسلمان ہم سے انتقام لینے کے لیے چڑھائی کر دیں گے۔ چنانچہ ابوسفیان مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ بڑی لجاجت اور خوشامد سے صلح نامہ کو برقرار رکھنے کی درخواستیں کرتا رہا۔ کئی صحابہ کرام کی بھی بڑی منت سماجت کی کہ بارگاہِ رسالت میں اس کی سفارش کریں، لیکن بے نیل مرام وہ مکہ واپس آیا اس لیے فتح مکہ کے وقت قریش اور ان کے حلیف قطعاً اس قابل نہ تھے کہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں اولی باس شدید کے الفاظ استعمال ہوتے۔

ہوازن اور ثقیف نے بے شک اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا عزم کیا۔ لیکن اسلام کے بارہ ہزار بہادروں کے سامنے ان دو تین ہزار آدمیوں کی کیا حقیقت تھی۔ جنگ حنین میں جو واقعات رونما ہوئے جن کے باعث ہوازن کا پلہ بھاری نظر آتا ہے وہ میدانِ جنگ میں پیش نہیں آئے تھے بلکہ مسلمانوں کا لشکر بے ترتیبی سے ان کی وادی ''اوطاس'' کی طرف بڑھ رہا تھا۔ انہوں نے کمین گاہوں میں اپنے تیر انداز چھپا کر بٹھا دیئے تھے۔ بے خبری اور بے دھیانی کی حالت میں جب لشکر اسلام کی چند ٹکڑیاں اس تنگ درہ سے گزرنے لگیں تو انہوں نے اچانک تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی جس سے بھگدڑ مچ گئی۔ لیکن جوں ہی حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت عباس نے اپنی گرج دار آواز سے مسلمانوں کو للکارا تو

وادی کے کونہ کونہ سے لبیک، لبیک کی صدائیں گونجنے لگیں۔ سب پروانہ وار دوڑتے چلے آئے اور لحہ بھر میں جنگ کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔ ہوازن وثقیف اپنی عورتوں، بچوں اور مال مویشی کو پیچھے چھوڑ کا بھاگ گئے۔ علامہ ابن خلدون کے قول کے مطابق صرف چار مسلمان شہید ہوئے۔

ان حقائق کو سامنے رکھ کر آپ غزوۂ حنین کا جائزہ لیں، آپ کا دل مان جائے گا کہ اس آیت میں جس جنگ کا ذکر ہے وہ یہ معمولی جھڑپ نہیں ہوسکتی۔

رہا غزوۂ تبوک تو اس بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہاں رومیوں کو ہمت ہی نہ ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے سامنے صف آراء ہو سکیں۔ تقاتلونهم او یسلمون کا مفہوم وہاں بھی نہیں پایا جاتا۔ ہاں غزوۂ خیبر کے بعد سب سے پہلے اسلام اور باطل کی جو خون ریز لڑائی ہوئی وہی اس آیت کا مصداق بن سکتی ہے۔ یہ وہ جنگ ہے جو عہدِ صدیقی میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑی گئی۔ جن لوگوں نے اس جنگ کے حالات پڑھے ہیں وہی اس کی شدت کا کچھ احساس کر سکتے ہیں۔ بڑے اختصار کے ساتھ اس خون ریز معرکہ کا ذکر کیا جاتا ہے تا کہ آپ کو پورا اطمینان ہو جائے۔

مسیلمہ کے خلاف جنگ

حضور سرورِ عالم ﷺ کی رحلت کے بعد عرب کے نومسلم بدو قبائل میں قبائلی عصبیت کا فتنہ جاگ اٹھا اور ارتداد کی آگ بھڑک اٹھی۔ کسی نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا کوئی خلافت اسلامیہ کی حاکمیت کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ بعض طالع آزما ایسے بھی تھے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ سب سے زیادہ خطرناک یہی فتنہ تھا۔ ان لوگوں میں سے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مسیلمہ کذاب کی قوت، ایمان لانے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان تمام خطرات کا قلع قمع کرنے کے لیے مؤثر اقدامات شروع کر دیئے۔ مسیلمہ کذاب کی روز افزوں قوت اسلام اور اسلامی مملکت کے لیے شدید ترین خطرہ بن کر ابھر رہی تھی دو سالوں میں مسیلمہ کے ارد گرد کے دوسرے قبائل اس کے ساتھ آ کر مل گئے۔ قبائلی عصبیت نے ان کو اس قدر اندھا کر دیا تھا کہ وہ مسیلمہ کو جھوٹا سمجھتے ہوئے بھی اس کی مدد کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ طلیحہ النمری جو بنی نمر قبیلہ کا سردار تھا، یمامہ میں آیا اس نے لوگوں سے پوچھا کہ مسیلمہ کہاں ہے؟ مسیلمہ کے عقیدت مندوں نے جواب دیا کہ تم نام لے کر مسیلمہ کا ذکر نہ کرو بلکہ اس کو رسول اللہ کہو۔ طلیحہ نے جواب دیا: جب تک میں اس کو نہ دیکھ لوں میں اس کو رسول اللہ نہیں کہوں گا جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو طلیحہ نے پوچھا کہ تمہارے پاس کون

آتا ہے؟ مسیلمہ نے کہا: رحمان۔ پھر اس نے دریافت کیا "افی نور ام ظلمۃ؟" روشنی میں تاریکی میں؟ مسلمیہ نے کہا: تاریکی میں۔ طلیحہ نے جواب دیا: اشھد انک کذاب و ان محمدا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) صادق لکن کذاب بیعۃ احب الینا من صادق مضر۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے اور محمد ﷺ سچے ہیں لیکن ربیعہ قبیلہ کا جھوٹا مجھے مضر قبیلہ کے سچے سے زیادہ محبوب ہے۔ اسی واقعہ سے آپ قبائلی عصبیت کا بہ آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے مسیلمہ کی قوت اس قدر بڑھ گئی کہ سارے علاقہ پر اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ پہلے مسلمانوں کا لشکر عکرمہ ابن ابی جہل کی قیادت میں آیا لیکن ان کے شدید حملہ کی تاب نہ لاکر پسپا ہو گیا۔ اس کے بعد شرجیل ابن حسنہ رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ پر دھاوا بولا لیکن نتیجہ پسندیدہ نہ تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جنہیں حضور نے اللہ کی تلواروں میں سے ایک (سیف من سیف اللہ) فرمایا تھا، اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اسلامی لشکر میں اکابر مہاجرین اور اجلہ انصار کی کثیر تعداد تھی حفاظ قرآن بھی کافی تعداد میں تھے۔ چنانچہ عقربا کے گاؤں کے کھلے میدان میں دونوں لشکر صف آراء ہوئے۔ مسیلمہ کے جان فروش سپاہیوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ اتنا بڑا لشکر اہلِ عرب نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا سارے سپاہی فولاد کی زرہوں میں غرق تھے۔ اسلحہ کی فراوانی تھی۔ زادِ راہ کی کمی نہ تھی جب یہ جنگ شروع ہوئی جس کے نتیجہ پر اسلام کے مستقبل کا انحصار تھا۔ تو مرتدین نے پہلا حملہ اس شدت سے کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے دشمن بڑھتے بڑھتے اس خیمہ تک چلا آیا

جو کمانڈر انچیف کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ حضرت خالد کی عبقریت اور بے نظیر شجاعت کام آئی حضرت خالد رضی اللہ عنہ، خود گھوڑے پر سوار ہوئے یا محمد کا نعرہ لگایا اور مسیلمہ پر حملہ کر دیا۔ چند گھنٹوں کی خون ریز لڑائی میں دشمن کے سات ہزار سے زیادہ سپاہی ہلاک ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چکر کاٹا اور مسیلمہ کے گرد جمگھٹا بنا کر کھڑے ہونے والے سپاہیوں پر برق خاطف بن کر گرے اور ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ اس اچانک اور بے پناہ حملہ سے ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ انہوں نے مسیلمہ سے پوچھنا شروع کیا:

این ما کنت تعدنا.

جس نصرت کا تم ہم سے وعدہ کرتے تھے وہ کہاں ہے؟ مسیلمہ نے کہا: قاتلوا علی احسابکم. میری موعودہ مدد کا انتظار نہ کرو۔ اب اپنی خاندانی عزت و حمیت کے لیے جنگ کرو۔ یہ کہا اور میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا۔ محکم ابن طفیل نے جب اپنی قوم کی یہ رسوائی دیکھی اور افراتفری کے عالم میں میدان سے شکست کھا کر بھاگتے دیکھا تو پکارا: یا بنی حنیفه الحدیقه. "اے بنی حنیفہ باغ میں داخل ہو جاؤ۔" وہاں قریب ہی ایک وسیع باغ تھا جس کی چاردیواری بڑی مضبوط اور اونچی تھی اور آہنی دروازے بڑے پختہ تھے، وہاں جا کر انہوں نے پناہ لی حضرت براء رضی اللہ عنہ ابنِ مالک نے جب یہ دیکھا کہ دشمن قلعہ نما باغ میں پناہ گزین ہو گیا ہے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ مجھے اوپر چڑھا کر کسی طرح باغ کی دیوار پر چڑھا دو۔ انہوں نے منع کیا لیکن ان کا اصرار برقرار رہا۔ چنانچہ آپ کو دیوار پر پہنچا دیا گیا وہاں پہنچ کر آپ نے بڑی چستی سے دروازے کی

طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ راستے میں جو مرتد ملا اس کو تہہ تیغ کر دیا یہاں تک کہ دروازے کے قریب پہنچے اور اسے کھول دیا۔ مسلمان مجاہدین اندر داخل ہو گئے بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی یہاں تک کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ (یہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے قبولِ اسلام سے پہلے غزوۂ احد میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا) نے مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ جب اس کے لشکریوں کو علم ہوا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ سات ہزار کفار وہاں مارے گئے دشمن کے مقتولوں کی مجموعی تعداد اکیس ہزار بنتی ہے۔ مسلمانوں کا بھی شدید جانی نقصان ہوا ہزاروں کی تعداد میں جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظیم قیادت، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بے نظیر عبقریت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے مثل شجاعت و بہادری نے فتنہ انکارِ ختم نبوت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔ یہ وہ پہلا معرکہ ہے جو اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں اور ایک ایسی قوم کے درمیان ہوا جس پر "اولی باس شدید" کا صحیح اطلاق ہوتا ہے اور اس کا انجام بھی تقاتلونھم او یسلمون کے عین مطابق ہوا۔

حضرت نافع ابن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

واللّٰہ لقد کنا نقراء ھذا ہ الایة فی ما مضٰی فلا نعلم من ھم حتٰی دعانا ابوبکر الی قتال بنی حنیفة فعلمنا انھم ھم۔

"بخدا پہلے ہم یہ آیت پڑھا کرتے تھے لیکن ہمیں یہ علم نہ تھا کہ وہ جنگجو قوم کون سی ہے جس کے ساتھ ہمیں جنگ کی دعوت دی جائے

گی جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمیں بنی حنیفہ کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی تو ہم جان گئے کہ یہی وہ قوم ہے جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔''

(ضیاء القرآن: جلد4 صفحہ:545 تا 549، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

6- حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر اللہ کا فضل ہے

چھٹی صفت اللہ رب العزت نے اس قوم کی یہ بیان فرمائی کہ اس قوم پر اللہ کا فضل ہے، اور قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو صاحبِ فضل و وسعت قرار دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہاں بھی صاحبِ فضل سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .

(النور: 22)

ترجمہ: ''اور تم میں سے اصحابِ فضل (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) اور اربابِ وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (یعنی حضرت مسطح کو) کچھ نہیں دیں گے۔''

قارئین پر دلائل سے واضح ہو گیا کہ مرتدین سے قتال کرنے والی محبوب قوم جس کا اللہ جل مجدہٗ نے وعدہ فرمایا اس کا مصداق اتم حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ سو جن کو اللہ جل مجدہٗ اپنا محبّ و محبوب قرار دے تو کوئی اگر ان کو مبغوض یا مغضوب قرار دے گا تو یقیناً وہ خود ہی مبغوض و مغضوب ہو گا۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے چند مزید فضائل

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضور نبی مکرم ﷺ کی ذات و صفات اور آپ کے کمالات کے مظہر کامل ہیں جس طرح ذاتِ مصطفوی ﷺ کے کمالات کا احاطہ و ادراک ناممکن و محال ہے۔ اسی طرح امت محمدی ﷺ کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل، کمالات، امتیازات اور محامد و محاسن کا احصاء و احاطہ ناممکن ہے۔ یہاں جتنے آپ کے کمالات و فضائل بیان کیے گئے ہیں یہ آپ کے بحر کمالات کے مقابلے میں ایک چلو کے برابر ہیں۔ نیز آپ کے کمالات کو بڑی بڑی مجلدات میں بھی نہیں سمیٹا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اپنی بے بضاعتی، اور کمالات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کماحقہ فہم و ادراک سے اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے موضوع کو سمیٹتے ہوئے صرف چند مزید فضائل قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

بارگاہِ مصطفوی کا ادب اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی بارگاہ کے ادب کو عین ایمان قرار دیا۔ اور خود جا بجا اپنے حبیب ﷺ کی تعظیم و تکریم کا اتنی شدت اور تاکید کے ساتھ حکم دیا کہ اس بارگہ کی ادنیٰ سی اسائت و بے ادبی اور توہین و تنقیص کو ارتداد، حبط اعمال اور خلود فی النار کا موجب قرار دیا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَرْفَعُوٓا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ (الحجرات: 2-1)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے، اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

معلوم ہوا کہ جب ادنیٰ سی توہین و بے ادبی اکارت و اضاعت اعمال کا سبب و موجب ہے تو یقیناً اس بارگاہِ عالی کا ادب کمال ایمان و کمال تقویٰ کی دلیل ہے، اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا صرف ادب و تعظیم نہیں کرتے تھے، بلکہ اس ادب میں فنا تھے۔ اتنا گہرا تعلق، اتنی پرانی نسبت اور بارگاہِ مصطفوی میں مقامِ ناز ہونے کے باوجود دامن ادب کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں پست اور آہستہ آواز سے کلام کرتے یہاں تک کہ اللہ جل مجدہٗ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ ادائے تکریم اور اندازِ ادب اتنا پسند آیا کہ قرآن مجید کی آیت نازل کر کے آپ کے اس عمل پر مہر تقویٰ ثبت فرما دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَـٰٓئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ

عَظِیْمٌ O (الحجرات: 3)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔ ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔''

تفسیر جلالین میں ہے:

نزل فی من کان یخفض صوته عند النبی ﷺ کابی بکر و عمر غیرهما رضی الله عنه.

(تفسیر جلالین: صفحہ:247 قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ: ''یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پست رکھتے جیسے حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور ان کی مثل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔''

صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی تحریر فرماتے ہیں:

''برائے ادب و تعظیم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور بعض اور صحابہ نے بہت احتیاط لازم کر لی اور خدمتِ اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے ان حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔''

(تفسیر خزائن العرفان، صفحہ:927، ضیاء القرآن لاہور)

امام حاکم اپنی سند کے ساتھ ''المستدرک'' میں روایت کرتے ہیں:

عن طارق عن ابی بکر رضی الله عنه قال لما نزلت علی النبی ﷺ (ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول

اللّٰہ الخ) قال ابوبکر رضی اللہ عنہ: فالیت علٰی نفسی ان لا اکلم رسول اللہ ﷺ اِلا کاخی السرار.

(المستدرک: جلد3 صفحہ: 263، دارالمعرفہ بیروت......المطالب العالیہ: جلد4 صفحہ:373......تفسیر الدرالمنثور: جلد6 صفحہ:85)

ترجمہ: ''حضرت طارق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سورۂ حجرات کی مذکورہ آیت حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی تو میں نے قسم اٹھائی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کلام صرف سرگوشی کی صورت میں کروں گا، جس طرح رازدان سرگوشی کرتے ہیں۔''

اب ایک ایسی حدیث حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے طرز ادب اور اندازِ توقیر وتکریم کی ملاحظہ فرمایئے جس سے قصرِ نجدیت پیوند خاک ہوتا نظر آئے گا۔ اور عقیدہ اہلِ سنت کی حقانیت امس وشمس کی طرح واضح ہوگی۔

عن سھل بن سعد الساعدی، ان رسول اللہ ﷺ ذھب اِلٰی بنی عمرو بن عوف لیصلح بینھم فحانت الصلٰوۃ فجاء المؤذن اِلٰی ابی بکر، اتصلی للناس فاقیم؟ قال نعم فصلی ابوبکر فجاء رسول اللہ ﷺ والناس فی الصلٰوۃ، فتخلص حتٰی وقف فی الصف. فصفق الناس، وکان ابوبکر لا یلتفت فی صلاتہ، فلما اکثر الناس التصفیق التفت، فرأی رسول اللہ ﷺ فاشار الیہ رسول اللہ ﷺ: ان امکث مکانک فرفع ابوبکر رضی اللہ عنہ یدیہ فحمد اللّٰہ علٰی ما امرہ بہ رسول اللہ ﷺ من ذٰلک، ثم استاخر ابوبکر حتی استوی فی الصف تقدم

رسول اللہ ﷺ فصلّٰی، فلما انصرف قال: یا ابابکر، ما منعک ان تثبت اذا امرتک؟ فقال ابوبکر: ما کان لابن ابی قحافۃ ان یصلی بین یدی رسول اللہ ﷺ.

(صحیح بخاری: کتاب الاذان باب من دخل لیوم الناس، رقم الحدیث: 684، دارالکتب العربی بیروت...... صحیح بخاری: اطراف الحدیث: ,7190,2693,2690 1234,1204,1201...... صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ، رقم: 949...... سنن نسائی: کتاب السھو باب رفع الیدین و حمد اللہ والثناء علیہ فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث: 1179، دارالفکر بیروت...... سنن ابی داؤد: کتاب الصلوٰۃ، باب التصفیق فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث: 940، دارالسلام ریاض...... صحیح ابن حبان: کتاب الصلوٰۃ باب ذکر للبیان بان بلا لا قدم ابابکر لیصلی بھم، رقم: 2261، دارالمعرفہ بیروت...... مسند احمد: رقم 22867...... موطا امام مالک: رقم: 390...... صحیح ابن خزیمہ: رقم: 1923...... مسند ابویعلی: رقم: 7517...... السنن الکبریٰ: رقم: 3147...... مسند شافعی: جلد 1 صفحہ: 54...... المعجم الکبیر لطبرانی: رقم: 5771)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد ساعدی روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ بنی عمرو بن عوف کے ہاں تشریف لے گئے تاکہ (ان کے کسی تنازعہ) کی صلح کرا دیں۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا، مؤذن، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اگر آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں تو میں اقامت کہہ دوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے۔ تو اسی دوران رسول اکرم ﷺ واپس تشریف لے آئے اور لوگ ابھی نماز میں تھے۔ پھر آپ ﷺ صفوں میں داخل ہوتے ہوئے پہلی صف میں جا کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے تالی کی آواز

سے آپ ﷺ کو متوجہ کرنا چاہا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
حالت نماز میں ادھر ادھر متوجہ نہ ہوتے تھے اس لیے ادھر متوجہ نہ
ہوئے۔ پھر جب لوگوں نے بہت زور سے تالیاں بجائیں تو آپ
رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور حضور ﷺ کو دیکھا۔ آقا ﷺ نے
انہیں (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو) اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر
کھڑے رہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں
ہاتھ بلند کیے اور اللہ رب العزت کی حمد بیان کی کہ اللہ کے رسول
مکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم فرمایا اس پر اللہ کا
شکر ادا کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے اور صف
میں مل گئے۔ رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔
جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ادھر متوجہ ہوئے اور ارشاد
فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں حکم دیا تھا تو کس چیز نے
تمہیں اپنی جگہ پر قائم رہنے سے منع کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ رسول اللہ
ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے۔"

صحابہ کرام اور عقیدۂ اہلِ سنت

اس حدیث نے قصر نجدیت و وہابیت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک حضور اقدس ﷺ کی نماز میں تعظیم و توقیر تو کجا خیال تک حرام بلکہ شرک ہے۔ یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ کا خیال مبارک ان نام نہاد موحدین کے نزدیک العیاذ باللہ گدھے اور بیل کے خیال سے بدرجہا بدتر ہے۔

(صراط مستقیم از اسماعیل دھلوی)

کہاں ان تیرھویں صدی کے نام نہاد موحدین کا معیارِ توحید اور کہاں ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معیار توحید جو اس امت کی خشت اول اور براہِ راست زبان مصطفیٰ کریم ﷺ سے معرفت توحید حاصل کرنے والے ہیں، جن کے موحد، متقی اور مومن کامل ہونے کی قرآن نے گواہی دی۔ ان نام نہاد موحدین کے نزدیک توحید وہی قابلِ قبول ہے جو تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ سے خالی ہو اور صحابہ کرام ﷺ عین حالتِ نماز میں جو اللہ رب العزت کی بندگی کا سب سے اعلیٰ مقام ہے، حضور اقدس ﷺ کی تعظیم و توقیر کے لیے صفیں توڑ رہے ہیں۔ اگلی صف والوں کو متنبہ کرنے کی لیے تالیاں بجارہے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضور اقدس ﷺ کی تعظیم کے لیے مصلیٰ چھوڑ کر عرض کر رہے ہیں کہ ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ وہ آپ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے۔ عین حالت نماز میں نہ حضور اقدس ﷺ اپنی تعظیم سے منع فرمارہے ہیں اور نہ اللہ رب العزت وحی بھیج کر صحابہ کرام کو سرزنش فرماتا ہے۔ حالانکہ یہ بات ناممکن ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے کوئی ناجائز کام کیا جائے اور حضور اقدس ﷺ منع نہ فرمائیں۔ پھر بزعم وہابیہ شرک جیسا قبیح جرم ہو اور کریم آقا ﷺ سرزنش نہ فرمائیں؟ صحابہ کرام کے اس طرزِ عمل سے صراحتہً معلوم ہوگیا کہ جس توحید کی آج تبلیغ و اشاعت کی جارہی ہے جس میں حضور اقدس ﷺ کی تعظیم و توقیر سے دور کیا جاتا ہے اس کا اس توحید کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں جو توحید اللہ رب العزت نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو تعلیم فرمائی اور جس توحید کا درس وسبق صحابہ کرام نے حضور اقدس ﷺ سے حاصل کیا۔ صحابہ کرام کے عقیدہ توحید کے متعلق ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ آج کس کا عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے موافق و مطابق ہے اور کس کا عقیدہ صحابہ کرام کے مزاحم و مقابل ہے۔

عن الزهري قال: اخبرني انس بن مالك الانصاري

و کان تبع النبی ﷺ و خدمه و صحبه، ان ابابکر کان یصلی لهم فی وجع النبی ﷺ الذی توفی فیه، حتیٰ اذا کان یوم الاثنین، وهم صفوف فی الصلوٰة، فکشف النبی ﷺ ستر الحجرة، ینظر الینا وهو قائم، کان وجهه ورقة مصحف، ثم تبسم یضحک، فضهمنا ان نفتتن من الفرح بروية النبی ﷺ فنکص ابوبکر علیٰ عقبیه لیصل الصف، و ظن ان النبی ﷺ خارج الی الصلوٰة، فاشار الینا النبی ﷺ، ان اتموا صلاتکم وارخی الستر فتوفی ﷺ من یومه.

(صحیح بخاری : کتاب الاذان باب اهل العلم والفضل احق بالامامة، رقم الحدیث: 680، دارالکتب العربی، بیروت......صحیح بخاری : اطراف الحدیث 4448,1205,753,681...... صحیح مسلم: کتاب الصلوٰة، باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر من مرض، رقم: 419، بیروت...... سنن نسائی : کتاب الجنائز، باب الموت یوم الاثنین، رقم: 1831......سنن ابنِ ماجه : کتاب الجنائز، باب ما جآء فی ذکر مرض رسول الله ﷺ، رقم: 1624......مسند احمد: رقم211، صحیح ابنِ حبان: رقم:587، صحیح ابنِ خزیمه: رقم:1344)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے خادم خاص تھے، فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض الموت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ چنانچہ پیر کے روز لوگ صفیں بنائے نماز ادا کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ نے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہم کو دیکھنے لگے۔ اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ انور قرآن کے اوراق کی طرح معلوم ہوتا تھا۔

جماعت کو دیکھ کر آپ ﷺ مسکرائے، اور آپ ﷺ کے دیدارِ پُر انوار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم نماز توڑ دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ شاید آپ ﷺ نماز میں تشریف لا رہے ہیں اس لیے انہوں نے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ کر صف میں مل جانا چاہا، لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ تم لوگ نماز پوری کرو، پھر آپ ﷺ نے پردہ گرایا اور اسی روز آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔"

صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فلما وضح وجه النبی ﷺ، ما نظرنا منظرا کان اعجب الینا من وجه النبی ﷺ.

(صحیح بخاری: رقم: 681، صحیح مسلم:947)

ترجمہ: "پس جب نبی مکرم ﷺ کا چہرہ اقدس ظاہر ہوا تو ہم نے جمال جہاں آرا اور رُخِ مصطفیٰ کریم ﷺ کی رعنائی و زیبائی سے بڑھ کر کوئی حسین منظر نہ دیکھا۔"

قارئین کرام! حضور نبی مکرم ﷺ کا حجرہ مبارک دیوارِ قبلہ اور محراب کے بائیں جانب ہے۔ جب حضور اقدس ﷺ نے پردہ مبارک اٹھایا تو کسی ایک صحابی نے نہیں بلکہ تمام صحابہ جن کی نگاہیں رُخِ والضحیٰ کی زیارت کو تین دن سے ترس گئیں نے اپنے چہرے جانب قبلہ سے پھیر کر حضور اقدس ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف کر دیئے۔ تین دن سے بے تاب نگاہیں جب اپنے محبوب کا حسن بے نقاب دیکھتی ہیں تو اس دیدارِ محبوب میں کچھ ایسی لذت اور کچھ ایسا کیف پاتی ہیں کہ نمازیں بھول گئیں۔ مفتی عشق نے فتویٰ دیا کہ نماز توڑ دو اور دیدارِ محبوب کرتے رہو۔ نماز تو پھر بھی پڑھی جا سکتی ہے لیکن نجانے دوبارہ ان نگاہوں کو رخِ زیبا دیکھنا نصیب ہو گا یا

نہیں۔ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جذب وشوق کی کیفیت تھی، یہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی خاطر نماز جیسی اعلیٰ عبادت کو توڑنے کے لیے آمادہ ہیں اور اِدھر آج یہ توحید کا سبق سکھایا جاتا ہے کہ العیاذ باللہ تعالیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال مبارک سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ صحابہ کی توحید اور اس توحید میں فرق بالکل واضح ہے۔ اللہ چشمِ بصیرت عطا فرمائے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے جامع القرآن

جنگ یمامہ میں بہت سے قراء شہید ہو گئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بہ اصرار قرآن کو کتابی صورت میں جمع کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہِ انتخاب اس اہم اور عظیم کام کے لیے حضرت زید بن ثابت پر پڑی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایماء پر قرآن مجید کو کتابی صورت میں جمع کیا۔ ملاحظہ ہو:

صحیح بخاری: کتاب فضائل القران، جامع ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: رقم: 3103......مسند احمد: رقم:86......السنن الکبریٰ: رقم: 7995......مسند ابویعلیٰ: رقم: 64......المعجم الکبیر: رقم:4901......صحیح ابن حبان: رقم:4507.

حدیث پاک میں ہے کہ "الدال علی الخیر کفاعله" اس حدیث کے مطابق قیامت تک جن جن افراد کے پاس قرآن مجید کتابی صورت میں موجود رہے گا اور وہ اس کی تلاوت اور اس میں تدبر کرتے رہیں گے اور ان کو فرداً فرداً جتنا ثواب ملے گا وہ سب ثواب حضور نبی مکرم ﷺ کی وساطت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ملے گا۔

اختتامی کلمات

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین.

آج مورخہ 25-10-2010، بروز پیر کو یہ کتاب مستطاب اختتام پذیر ہوئی۔ چند ماہ قبل میں نے اہلِ تشیع کی ایک وَیب سائٹ کھولی۔ جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نیز دیگر جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر کھلے عام تبرا اور لعن وطعن کیا گیا۔ سن کر بڑا قلبی دکھ اور افسوس ہوا۔ دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اس موضوع پر کچھ لکھا جائے۔ سو بحمد اللہ میں آج اپنے اس مذہبی فریضہ سے سبکدوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مخالفین کے لیے سبب ہدایت اور موافقین کے لیے سبب استقامت بنائے اور میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر میرے لیے توشہ آخرت بنائے۔

آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم.

محمد عاطف رمضان سیالوی
غفراللہ تعالیٰ لہٗ
0301-7698701

(فضائلِ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

مصنف:

محمد عاطف رمضان سیالوی

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علو مرتبت اور رفعت شان پر مشتمل
آیات سے مستنبط ایمان افروز وجد آور نکات، آیات،
اور دیگر احادیث اور حوالہ جات کی مفصل تخریج

مصنف:
محمد عاطف رمضان سیالوی

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

مقامِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عقائدِ اہلِ سُنت پر مبنی مستند مجموعۂ احادیث
قرآنی آیات، ترجمۃ الحدیث، مفصل تخریج اطراف الحدیث اور اقوالِ علماء کے ساتھ

عقائدِ اہلِ سُنّت

احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

مصنف:
محمد عاطف رمضان سیالوی

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور